کشمیر کا قومی سوال

کشمیر کا قومی سوال

قربان علی

کشمیر

کا

قومی سوال !

قربان علی

"بار ایٹ لاء"

جموں کشمیر پیپلز نیشنل پارٹی

PNP.

شائع کردہ : جموں کشمیر پیپلز نیشنل پارٹی

فہرست

پہلا دیباچہ

دنیا میں عوامی شعور برق رفتاری سے پیش رفت کر رہا ہے اور عوامی بیداری بہت تیزی سے پھیل رہی ہے۔ جمہوریت اور آزادی کا تصور عام اور وسیع ہو چکا ہے عوام اب بھی جمہوریت کیلئے جدوجہد کر رہے ہیں اور سیاسی جمہوریت کے ساتھ ساتھ معاشی جمہوریت کا مطالبہ بھی زور پکڑتا جا رہا ہے۔ عوام اب ایسی جمہوریت قبول نہیں کریں گے۔ جس میں چند لوگ سیاست اور معیشت کو کنٹرول کریں اور باقی سب لوگ غلاموں اور اپاہجوں کی سی زندگی بسر کریں۔ اب عوام ہر جگہ اپنی شرکت چاہتے ہیں اور وہ صرف سیاسی آزادی نہیں بلکہ مکمل معاشی، سماجی اور ثقافتی آزادی کے خواہاں ہیں۔ غرضیکہ جمہوری حقوق کیلئے عوامی جدوجہد تیز ہو رہی ہے اور ان کی قوت دن بدن منظم ہو رہی ہے گویا اب عوام اپنے غصب شدہ حقوق واپس لینے کیلئے تیار ہو چکے ہیں۔

کشمیری عوام کی دشمن قوتوں نے کشمیر کے قومی سوال کو ہمیشہ غلط ملط کر کے پیش کیا ہے اور اس طرح ان کی کوشش یہ رہی ہے کہ کشمیری عوام کی سوچ کو ابتر رکھا جائے تاکہ کشمیری عوام صحیح حقائق سے واقف نہ ہو سکیں۔ اسطرح کشمیر کے قومی سوال کو دو ممالک کے درمیان علاقائی تنازعہ کے طور پر پیش کیا جاتا رہا ہے اور مزید برآں اس مسئلہ کو مذہبی رنگ دیا گیا ہے جو کہ سراسر غلط ہے۔

پوری دنیا کے عوام بلکہ بھارت اور پاکستان کے اندر اگر کروڑوں نہیں تو لاکھوں ایسے لوگ موجود ہیں جو کہ کشمیری عوام کے حق خود ارادیت کی حمایت کرتے ہیں اور کشمیری قوم کے حق آزادی و خودمختاری کو تسلیم کرتے ہیں۔ محنت کش طبقہ اور ان کے رہنماؤں نے ہمیشہ کشمیری عوام کے قومی حقوق کی برملا حمایت کی ہے۔ بھارت کے سوشلسٹ رہنما جے پرکاش نرائن نے کہا تھا۔ شاید کہ کشمیریوں میں حب الوطنی اور دوسری خوبیوں کی کمی ہو گی۔ لیکن جو لوگ کہتے ہیں کہ کشمیری عوام نے بھارت کے حق میں فیصلہ دے دیا ہے۔ اس کو میں نے ہمیشہ جھوٹ تصور کیا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ ایسا کریں۔ لیکن انہوں نے ابھی ایسا نہیں کیا ہے۔ مزید کہا کہ۔ اگر بھارت کو کشمیری عوام کی رائے کے متعلق اتنا یقین ہے تو پھر ابھی

یہ عوام کو تقسیم کرتی ہیں۔ ان کی یکجہتی کو پارہ پارہ کرتی ہیں۔ انہیں اصلی ہدف سے ہٹاتی ہیں۔ اور اسطرح ان کی عظیم مقاصد کیلئے جدوجہد کو سبوتاژ کرتی ہیں۔ لیکن جب عوام کو چیزوں کا شعور ہو جاتا ہے۔ تو پھر وہ دشمن قوتوں کے حربے سمجھ جاتے ہیں اور ان کی چالوں کو ناکام بنا دیتے ہیں۔ اس لئے عوام کو صحیح سیاسی اور نظریاتی تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے جس کو ہر طرح سے پورا کرنے کی سعی کرنی چاہیے۔

جہاں کشمیر کے قومی سوال کو پہلی بار سنجیدگی کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس مسئلہ پر مزید چھان بین، بحث و تمحیص کی ضرورت ہے۔ لیکن اس امید کے ساتھ کہ یہ کتابچہ کشمیر کے قومی سوال کو سمجھنے میں مدد دے گا۔ اور کشمیری نوجوان اس کو مفید پائیں گے۔ یہ ان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

قربان علی

جولائی 1991ء

دوسرا دیباچہ

قومی آزادی کی جنگ کامیابی کے ساتھ لڑنے کیلئے سائنسی نظریہ کی روشنی میں کشمیر کے قومی سوال کا ادراک اور اس کا تجزیہ ضروری ہے میں نے یہی بات مدنظر رکھ کر زیر نظر کتابچہ تقریباً سات سال پہلے لکھا تھا۔ اور ملک کے اندر اور باہر کشمیری نوجوانوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ لیکن یہ بالکل ظاہر ہے کہ ایک ہزار کاپیاں ناکافی تھیں۔ اور اب دو ہزار کاپیاں چھپوائی گئی ہیں۔ اور یہ امید کی جاتی ہے کہ وقتی طور پر ہماری ضرورت پوری ہو جائے گی۔

اس دنیا میں جب تک جبر و جور رہے گا تو اس کے خلاف مزاحمت بھی رہے گی، جب تک طبقات رہیں گے ان کے درمیان کش مکش بھی رہے گی۔ اور جب تک محنت کش عوام اور قوموں کے حقوق غصب رہیں گے تو ان غصب شدہ حقوق کی بازیابی کیلئے جدوجہد بھی جاری رہے گی۔ کشمیری عوام، کشمیر کے دونوں مقبوضہ خطوں میں ہر طرح کے حقوق سے محروم ہیں۔ اور وہ اس وقت اپنے قومی، جمہوری اور انسانی حقوق کے حصول کیلئے ہمہ تن جدوجہد میں مصروف ہیں اور یہ جدوجہد وقت کے ساتھ ساتھ زیادہ منظم اور فعال ہو رہی ہے۔ اور اس کی کامیابی کیلئے اندورنی اور بیرونی حالات بھی دن بدن نہایت سازگار ہو رہے ہیں۔ یہ پورے یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ یہ جدوجہد اپنے منطقی انجام کو پہنچے گی۔

یہ کبھی نہیں بھولنا چاہئے کہ ہر ملک کے اپنے معروضی حالات ہوتے ہیں اور ان معروضی حالات کو مدنظر رکھ کر ہی کام کو آگے بڑھایا جاسکتا ہے۔ پچھلے چند سالوں کے دوران بین الاقوامی صورت حال کی وجہ سے کچھ نام نہاد انقلابی دانشور مایوسی کا شکار ہوئے ہیں۔ سامراجی پروپیگنڈہ نے بھی اپنا کام کیا ہے لیکن اس بات کو کسی نقطہ نظر سے بھی دیکھا جائے یہ مایوسی بنیادی طور پر سوچ کی ناپختگی ظاہر کرتی ہے۔ بہرحال بین الاقوامی صورت حال بدلتی رہتی ہے اور جدلی مادیت کی رو سے چیزوں کے اندر کش مکش ہر وقت ایک سطح پر نہیں رہتی ہے۔ تاہم پوری دنیا میں، جو طبقاتی اور قومی جدوجہدوں میں ذرا ٹھہراؤ آگیا تھا ایک بار پھر یہ جدوجہدیں جدلیاتی اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے تیز ہو رہی ہیں اور اس طرح سائنسی نظریات کی

سچائی پر مہر ثبت کر رہی ہیں۔

غیر سائنسی سوچ کی بنیاد پر چیزوں کو ٹھیک طور پر نہیں سمجھا جا سکتا ہے اور تصوراتی سوچ چیزوں کا صحیح ادراک کرنے اور ان کا درست تجزیہ کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ اور کشمیر میں تصوراتی سوچ رکھنے والوں کا بھی ایسا رہا ہے کہ ان کے مطابق، کشمیر کا مسئلہ کوئی دوسرا حل کرے گا کشمیری عوام کی نجات کوئی بیرونی قوت ہی کرے گی۔ اور یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کی جاتی کہ اس طرح آج تک کسی قوم کی نجات نہیں ہوئی ہے۔ یہ بالکل عیاں ہے کہ اس طرح قومی آزادی کی جدوجہد سے دست بردار ہونا، قومی غداری کے مترادف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کشمیر کا مسئلہ بیرونی تسلط سے آزادی کا ہے۔ اور صرف کشمیری عوام ہی اپنی نجات خود کر سکتے ہیں آج کشمیر ایک عظیم انقلاب کے دہانے پر کھڑا ہے۔ پرانا کشمیر مر رہا ہے۔ اور نیا کشمیر پیدائش کیلئے بے قرار ہے۔ لیکن نئے کشمیر کی پیدائش خود بخود نہیں ہوگی۔ اس کیلئے کشمیری عوام کو انقلابی قوتوں کی رہنمائی میں دائی کے فرائض سرانجام دینے پڑیں گے۔

تصوراتی سوچ کی بنیاد پر صحیح تجزیہ نہیں ہو سکتا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ پٹی بورژوا دانشور ابہام، شک اور وسوسہ کیوجہ سے مایوسی کا شکار ہو چکے ہیں۔ اور نام نہاد نظریہ دان تذبذب، بے یقینی اور ناامیدی میں مبتلا ہو کر ذہنی طور پر شکست خوردہ ہو چکے ہیں۔ لیکن دوسری طرف کشمیر کی سچی انقلابی قوتوں نے جو شروع ہی سے سائنسی نظریات کی روشنی میں موقف اختیار کیا تھا اس پر آہنی مضبوطی کے ساتھ ڈٹی ہوئی ہیں۔ اور کشمیری عوام کے سامنے جو بہت عرصہ پہلے عظیم مقاصد رکھے تھے ان پر پوری سختی سے کاربند ہیں اور جو قومی جمہوری انقلاب کا راستہ متعین کیا تھا اس پر پورے خلوص، جذبہ اور لگن کے ساتھ گامزن ہیں۔ مزید برآں، کشمیر کی عوام دوست قوتوں نے طبقاتی اور قومی جبر کے خلاف جو پہلا اور فیصلہ کن قدم بڑھایا تھا اس میں اب تک ذرا برابر لغزش نہیں آئی ہے۔ ہم پہلے کی طرح آج بھی پورے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ سائنسی نظریات کی روشنی میں طبقاتی اور قومی ظلم و ستم سے نجات کیلئے جو قومی جمہوری انقلاب کے راستہ کی نشاندہی کی گئی تھی۔ وہ نہ صرف درست ہے بلکہ یہی واحد راستہ ہے اور ہمیں پورا یقین ہے کہ تاریخ ہمیں سچ

ثابت کر دے گی۔

اس کتابچہ میں کوئی خاص تبدیلی نہیں کی گئی ہے۔ صرف چند لفظوں میں ردو بدل کے علاوہ یہ پہلی حالت میں پیش کیا جاتا ہے۔

قربان علی

یکم مئی 1997

میرپور

قومی سوال پر
محنت کشوں کا موقف

آج پوری دنیا میں اہم ترین سوال غریب عوام اور مظلوم قوموں کی نجات کا سوال ہے محنت کشوں نے ہمیشہ اس سوال پر اصولی موقف اختیار کیا ہے یہ کہ چھوٹی سے چھوٹی قوم کو حق خود مختاری حاصل ہونا چاہئے اور مظلوم قوموں کے حق خودارادیت کی حمایت کی ہے۔ قوموں کے حق خودارادیت کا مطلب ہے کہ غلام قومیں دوسری قوموں سے سیاسی طور پر آزاد ہو کر اپنی خود مختار ریاست قائم کر سکتی ہیں۔ اور سماجی اور معاشی نظام اپنی مرضی سے تشکیل دے سکتی ہیں۔

محنت کش کا نظریہ بین الاقوامی ہے۔ تمام انسانوں کی نجات اور برابری پر یقین رکھتا ہے۔ انسانوں کے مابین نفرت پھیلانے والی سب سازشوں اور ہتھکنڈوں کو سختی کے ساتھ ادر کرتا ہے اور نسلی، مذہبی، قبائلی، علاقائی، قومی اور دیگر تعصبات کی شدت سے مخالفت کرتا ہے۔ اس کا انقلابی نظریہ کوئی وحی یا الہام نہیں ہے کسی کا بھی یہ دعویٰ نہیں ہے کہ وہ آسمان سے نازل ہوا ہے۔ یا وہ کسی خاص دماغ کی ایجاد ہے۔ انقلابی نظریہ انسانی سماج کے ہزاروں لاکھوں برسوں کے ارتقاء کی ایک خاص منزل کا نشان ہے۔ وہ کروڑوں انسانوں اور ہزاروں نسلوں کی محنت اور جدوجہد سے حاصل کئے ہوئے تجربوں اور نتیجوں کا مجموعہ ہے۔ وہ ہر وقت مشترکہ عمل کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے اور ہر وقت اس کے صالح اجزاء کی حفاظت کی جاتی ہے۔ اس کے ناقص اور فرسودہ اجزاء خارج کئے جاتے ہیں اور نئے کارآمد اجزاء اس میں شامل کئے جاتے ہیں۔ انقلابی مفکرین نے ایسا ہی سکھایا اور کیا ہے۔ گزشتہ صدی سے لیکر ہر انقلاب، ہر جدوجہد اور ہر انقلابی استاد نے انقلابی نظریہ کے جوہر کو سلامت رکھا ہے۔ اور اس کی حفاظت کی ہے۔ نقائص کو دور کیا ہے۔ اور زندگی کے تقاضوں کے مطابق اس میں اضافے کئے ہیں اور یہ وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ محنت کش کا نظریہ اسی طرح ارتقائی منازل طے کرتا رہے گا۔

جب محنت کش اپنی قومی جدوجہد میں شریک ہوتا ہے اور دیگر مظلوم قوموں

کے حق خودارادیت کی حمایت کرتا ہے تو وہ قومی تعصب اور تنگ نظری کی بناء پر ایسا نہیں کرتا۔ بلکہ سائنسی نظریات نے اس کو یہی سبق دیا ہے اور اس اصول کی بناء پر بھی ایسا کیا جاتا ہے کہ ہر مہذب قانون کے مطابق قوموں کو آزادی اور خود مختاری کا حق حاصل ہے۔ کسی ایک قوم کو دوسری قوم پر بالادستی نہیں ہونی چاہیئے۔ قوموں کے درمیان تعلقات برابری کی بنیاد پر استوار ہونے چاہئیں۔ اور اتحاد باہمی رضامندی سے ہونا چاہیئے۔ قوموں اور قومی حقوق اور مفادات کا وجود ایک تاریخی حقیقت ہے۔ اور قومی آزادی کی جدوجہد تاریخی طور پر نہ صرف جائز، بلکہ ناگزیر اور انقلابی ہے۔ لینن کہتا ہے کہ جو شخص قومی ظلم اور نابرابری کے خلاف لڑائی نہں کرتا وہ نہ صرف مارکسی نہیں، بلکہ وہ ایک جمہوریت پسند بھی نہیں ہے اور یہی صحیح ترقی پسند، صحیح انقلابی، صحیح محنت کش اور صحیح مارکسی لیننی راہ ہے۔

کشمیر میں بھی باقی دنیا کی طرح کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے ترقی پسند ہونے کا لبادہ پہن رکھا ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ جعلی ترقی پسند اپنے مفاد کی خاطر انقلابی نظریات سے غداری کرتے ہیں اور غاصب قوتوں کی دلالی کرتے ہیں اور اسطرح کا موقف اختیار کرتے ہیں۔

1 ۔ قومی آزادی کی جدوجہد ناجائزاور بے سود ہے

2 ۔ صرف طبقاتی جدوجہد ہونی چاہیئے

3 ۔ اب کہیں بھی انقلاب نہیں ہو سکتا۔

جعلی ترقی پسند مختلف طریقوں سے غریب عوام کو دھوکہ دیتے ہیں اور اپنی موقع پرستی پر پردہ ڈالنے کیلئے کئی قسم کی موشگافیاں کرتے ہیں لینن نے کہا تھا کہ "سات احمق اتنی زیادہ حجتیں کر سکتے ہیں کہ دنیا کے ستر دانا بھی ان کا جواب مشکل سے دے سکیں" ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک کی محنت کش تحریک کے دوران اکثر ایسا ہوا ہے۔ کہ کچھ لوگ ترقی پسندی کا لبادہ اوڑھ کر محنت کش تحریک میں گھس آتے ہیں اور پھر اندر سے تحریک کو سبوتاژ کرتے ہیں۔ آغاز میں یہ موقع پرست، غریب عوام کی نجات کیلئے بڑا جوش و خروش دکھاتے ہیں۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کے اصل چہرہ سے نقاب اٹھتا جاتا ہے۔ اور محنت کش انقلابی بھی ان کو

پہنچانا شروع کر دیتے ہیں۔ پھر وہ آہستہ آہستہ غریب عوام اور مظلوم قومیتوں کے حقوق کی جدوجہد کی مخالفت کرنا شروع کر دیتے ہیں اور ایک وقت آتا ہے کہ کھلے بندوں غاصب قوتوں کا ساتھ دیتے ہیں۔ محنت کشوں کو ایسے لوگوں پر خاص کر نظر رکھنی چاہیے۔ قومی آزادی کی جدوجہد سے انکار کرنا، انقلابی مفکرین کی تعلیم اور عمل کی سنگین خلاف ورزی اور انقلاب دشمن حرکت ہے۔

جو لوگ نوآبادیاتی اور نیم نوآبادیاتی معاشرہ میں صرف طبقاتی جدوجہد کا پرچار کرتے ہیں اور قومی آزادی کی جدوجہد سے انکار کرتے ہیں۔ وہ مظلوم عوام کو اپنے صحیح ہدف سے بھٹکانے کی کوشش کرتے ہیں اور جعلی ترقی پسند، موقع پرست اور ظالم قوتوں کے دلال ہی ایسا کر سکتے ہیں۔ چونکہ نوآبادیاتی اور نیم نوآبادیاتی ملک میں بنیادی تضاد قومی ہوتا ہے اور طبقاتی تضاد اس کے ساتھ جڑا ہوا ہوتا ہے۔ اور قومی جدوجہد میں ان دونوں تضادوں کو ساتھ لے کر چلنا پڑتا ہے۔ اور ان کو تیز کرنا چاہیے۔ لیکن قومی آزادی کی تحریک میں انقلابی مفادات کی خاطر طبقاتی جدوجہد کو قومی جدوجہد کے تابع کرنے کی حکمت عملی پر عمل ہونا ضروری ہے اور تیسری دنیا کی سب قومی آزادی کی انقلابی تحریکوں میں اسی حکمت عملی پر گامزن ہو کر کامیابی حاصل کی گئی ہے۔

انسانی معاشرہ میں انقلابی تبدیلیوں سے انکار کرنا، سماجی قوانین سے لاعلمی کی دلیل ہے۔ جعلی ترقی پسند سائنسی علم کا دعویٰ کرتے ہوئے بھی غیر سائنسی باتیں کرتا ہے اور اندھا دھند تقلید کرتا ہے۔ جعلی ترقی پسند سماجی قوانین کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا اور اعلان کر دیتا ہے کہ اب کبھی بھی انقلاب نہیں ہو سکتا۔ لیکن انقلاب خواہش کرنے سے برپا نہیں ہو سکتا۔ اور خواہش نہ کرنے سے رک نہیں سکتا۔ چونکہ معاشرہ میں تبدیلیاں خواہشات کی بنا پر نہیں، بلکہ سماجی قوانین کے مطابق ہوتی ہیں۔ اور انقلاب، سماجی، معاشی اور سیاسی تضادات کی بنا پر رونما ہوتے ہیں۔ پوری انسانی تاریخ میں جب سے طبقات معرض وجود میں آئے۔ اس کے ساتھ ظلم، جبر، زیادتی اور ناانصافی موجود رہی ہے اور غریب عوام اس ظلم، جبر، زیادتی اور ناانصافی کے خلاف جدوجہد کرتے رہے ہیں اور معاشرہ میں انقلابی تبدیلیاں لاتے رہے ہیں۔ نوآبادیات اور طبقاتی معاشرہ میں انقلاب ناگزیر ہیں۔ بلکہ

معاشرہ کے مرحلہ پر بھی انقلابی سماجی تبدیلیاں رونما ہوں گی ۔ یہ کافی لمبا دور ہے ۔ اور اس کے دوران کافی اونچ نیچ اور پیچ و خم آئیں گے ۔ سماجی انقلابوں کی ضرورت، اگر ہزاروں سال نہیں، تب بھی صدیوں تک رہے گی ۔ کیمونسٹ معاشرہ میں پیداواری قوتوں اور پیداواری رشتوں کے درمیان تضاد ختم ہو جائے گا ۔ چونکہ تمام ذرائع پیداوار عوام کی ملکیت میں ہونگے ۔ انسانی معاشرہ کے اس مرحلہ پر طبقات نہیں رہیں گے اور ریاست کا وجود (ظلم و جبر کے آلہ کے طور پر) آہستہ آہستہ مٹ جائے گا ۔ اور یوں سماجی انقلابات کا دور ختم ہو جائے گا ۔ اب انسان کا بنیادی تضاد فطرت کے ساتھ ہوگا اور انسان اپنی مادی ضروریات کی خاطر اور انسانیت کی بہتری کے لئے ہمیشہ ہر قسم کے سائنسی انقلاب میں حصہ لیتا رہے گا ۔

کشمیر کا محنت کش قومی آزادی کی جدوجہد میں ہراول دستہ کا کام کر رہا ہے اور دن بدن طبقاتی اور انقلابی شعور سے لیس ہو کر منظم ہوتا جا رہا ہے اور مادر وطن کی قوم پرست عوام دوست اور محب وطن قوتوں کے ساتھ ملکر شیر و شکر ہو رہا ہے ۔ کشمیر کے محنت کشوں نے ہمیشہ بھارت، پاکستان بلکہ پوری دنیا کے غریب عوام اور مظلوم قوموں کی جدوجہد کا بھرپور ساتھ دیا ہے اور حمایت کی ہے ۔ کشمیر کے محنت کشوں کی قومی جدوجہد پوری دنیا کے مظلوم عوام اور محنت کشوں کی جدوجہد کا ایک حصہ ہے اور یہ جدوجہد اسی صورت میں عالمی سامراج اور اس کی حواری قوتوں کے خلاف کامیاب ہو سکتی ہے جبکہ پوری دنیا کے محنت کش اپنی صفوں میں یکجہتی اور اتحاد پیدا کریں تاکہ وہ ظالم اور غاصب قوتوں کا خاتمہ کر کے، نئی پرولتاری دنیا تعمیر کر سکیں ۔

قوم کیا ہے؟

جدید دور میں قوموں کی آزادی کا سوال بہت اہمیت کا حامل ہے اور قومی سوال کو سمجھنے کیلئے پہلی ضروری بات یہ ہے کہ یہ جانا جائے کہ ایک "قوم" کیا ہے

انگریزی کے لفظ " NATION " کے معنی قوم ہے اور لفظ " " NATION لاطینی زبان کے لفظ " NATIO " سے نکلا ہے۔ جس کے معنی پیدائش کے ہیں اور یہ قریبی رشتہ داروں کے گروہ کو ظاہر کرتا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ اس سے مراد نہ صرف قریبی رشتہ دار، بلکہ مشترک گروہ لی جانے لگی۔
لیکن قرون وسطیٰ میں یہ لفظ مغربی یورپ کی زبانوں میں داخل ہوگیا اور اس کے معنی اور بھی وسیع ہو گئے۔ یہ کہ "لوگوں کا ایسا گروہ جو مشترک ابتداء زبان، مخصوص خطہ زمین علیحدہ ثقافت اور سماجی زندگی رکھتا ہے۔ یہ لازم نہیں کہ ایک قوم، ایک ریاست یا ایک ملک سب ہی ایک چیز ہیں۔ کوئی بھی تعریف اتنی جامع نہیں ہو سکتی کہ وہ کسی مسئلہ کی پوری وضاحت کر سکے۔ لیکن اس میں مددگار ضرور ثابت ہو سکتی ہے۔ سٹالن نے اپنے مشہور مقالہ " مارکسزم اور قومی سوال " میں قوم کی یوں تعریف کی ہے۔" قوم لوگوں کا ایک ایسا مشترک گروہ ہے جس کا تاریخی طور پر ارتقاء ہوا ہے جو مشترک زبان، خطہ زمین، اقتصادی زندگی اور نفسیاتی ساخت کی بناء پر تشکیل پا کر مشترک ثقافت میں ظاہر ہوتی ہے۔" یہ بالکل عیاں ہے کہ قومیں تاریخی نشوونما کی پیداوار ہیں۔ بلکہ یوں کہنا بہتر ہے کہ لوگوں کے درمیان آپس کے رشتوں سے مختلف تاریخی مراحل میں مختلف شکلیں اختیار کرتے ہوئے کنبوں، قبیلوں اور مشترک گروہوں کے میل جول سے قومیتیں اور بعد میں قومیں

وجود میں آئیں۔

سٹالن مزید وضاحت کرتا ہے۔ "ایک قوم کی تعریف کیلئے ان خصوصیات میں سے کوئی صرف ایک علیحدہ کافی نہیں ہے۔ لیکن دوسری طرف ان خصوصیات میں سے کسی ایک کی غیر موجودگی بھی ایک قوم کی نفی کیلئے کافی ہے۔ سٹالن کی ابتدائی تحریر بورژوا قوموں کے نشوونما کے ردعمل میں تھی۔ یعنی وہ قومیں جو جاگیرداری نظام سے سرمایہ داری نظام تک کی تبدیلی کے دوران وجود میں آئیں اسطرح پوری دنیا کی قومیں نہیں۔ بلکہ صرف یورپی قوموں کی نشوونما اس کے زیر بحث تھی۔ اس کی قوموں کی تعریف ایک مخصوص دور سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لئے سٹالن کی قوموں کی تعریف کو اس کے اندر ہی پرکھا جا سکتا ہے۔ مثلاً اس سے ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا قومیں سرمایہ داری نظام میں ہی پیدا ہوئیں۔ یا اس سے پہلے بھی موجود تھیں۔ بہت سے مورخ یہ خیال رکھتے ہیں کہ قومیں اس سے پہلے موجود تھیں۔ کارل مارکس اور فریڈرک اینگلز اپنی تصنیف "دی جرمن آئیڈیالوجی" میں جاگیرداری نظام میں، قوموں کے وجود کی بات کرتے ہیں۔ بہرحال یہ کہنا کافی ہوگا کہ قومیں ایک خاص سماجی مظہر ہیں۔ اور ان میں کئی صفات باہمی طور پر مشترک ہیں۔ سٹالن نے جو قوم کی تعریف کی ہے۔ یہ ایک نقطہ آغاز مہیا کرتی ہے۔

اس میں کوئی شک و شبہ کی بات نہیں، کہ قومیں ہر تاریخی مظہر کی طرح تبدیلی کے قوانین کے تابع ہیں ان کی اپنی تاریخ آغاز اور انجام ہے۔ ہزاروں سال پہلے دور غلاماں میں کنبوں، قبیلوں گروہوں نے جنم لیا۔ اور جاگیرداری معاشروں میں قومیتیں وجود میں آئیں۔ کسی بھی ملک میں سرمایہ داری نظام شروع ہونے سے پہلے، قومیں اپنی ابتدائی شکل میں موجود ہوتی ہیں اور جوں جوں سرمایہ داری ترقی کرتی ہے تو قومی زبان اور قومی ثقافت نشوونما پاتی رہتی ہے اور اسطرح قوموں کا ارتقاء جاری رہتا ہے۔ قومیں سوشلسٹ معاشرہ میں بھی کافی عرصہ تک رہیں گی اور اس کے بعد انسانی معاشرے بین الاقوامیت کے دور میں داخل ہو جائیں گے اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ قومیں واضح اور غیر مبہم سماجی مظہر ہیں اور کوئی پراسرار یا مخفی راز نہیں ہیں۔ انہیں آج کے حقیقی حالات میں ان کی بنیادی صفات سے پہچانا جا سکتا ہے۔ ان بنیادی صفات میں مشترک خطہ زمین، مشترک اقتصادی

داری، ایک یا ایک سے زیادہ مشترک زبانیں، مشترک قومی ثقافت، مشترک تاریخ اور مشترک نفسیاتی ساخت شامل ہیں۔

جو لوگ قوم بناتے ہیں وہ ہزاروں سال تک ایک مشترک خطہ زمین میں اکٹھے رہتے ہیں۔ ان کا خطہ زمین مشترک ہونے کی وجہ سے مشترک گروہ پائیدار ہوتا ہے اور ان کی آہستہ آہستہ ایک مشترک زبان تشکیل پاتی ہے۔ اور لوگ اپنی مشترک اقتصادی زندگی کو ترقی دیتے ہیں اور اس طرح وہ اپنی تاریخ بناتے ہیں۔ اپنی مشترک قومی ثقافت کی نشوونما کرتے ہیں اور ایک خاص ماحول میں مشترک قومی نفسیاتی ساخت بھی بنتی ہے۔

مشترک خطہ زمین ایک قوم کے بنانے میں کافی نہیں ہے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ لوگ اس کے اندر مشترک اقتصادی زندگی بسر کرتے ہوں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ مشترک خطہ زمین جس کے اندر قوم رہتی ہے۔ اس کے مختلف علاقے معاشی لحاظ سے اس طرح بندھے ہوئے ہوں کہ لوگوں کے درمیان آپس میں تجارت ہوتی ہو۔ اور ذرائع آمدورفت موجود ہوں اور لوگوں کے درمیان تقسیم محنت کا ہونا بھی لازمی ہے۔

اگرچہ مشترک زبان قوم کی ایک بہت ہی اہم خصوصیت ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایک قوم ہمیشہ ایک ہی زبان بولتی ہے یا مختلف قومیں ہمیشہ مختلف زبانیں بولتی ہیں۔ دنیا میں ایسی کافی مثالیں موجود ہیں کہ زبان کچھ قوموں نے دوسری قوموں سے مستعار لی ہے اور ایسے بھی ہوا ہے کہ جب لوگ ایک ملک سے نقل مکانی کر کے دوسرے ملک میں آباد ہوئے تو وہ اپنی زبان بھی ساتھ لے گئے۔ اور بعض قوموں کو سامراجی تسلط کی بنا پر، غاصب قوم کی زبان اپنانا پڑی۔ اسپین نے صرف برازیل کو چھوڑ کر پورے جنوبی امریکہ پر اپنے سامراجی تسلط کے دوران اپنی قومی زبان مسلط کی۔ لیکن جنوبی امریکہ کے لوگ ایک ہی زبان بولنے کے باوجود اپنا علیحدہ علیحدہ قومی وجود رکھتے ہیں۔ برازیلی قوم کو پرتگالی تسلط کی وجہ سے پرتگالی زبان اپنانا پڑی۔ یہی حال آئرش اور دیگر متعدد قوموں کا ہے۔ سوئزرلینڈ کے تین مختلف علاقوں میں تین زبانیں یعنی جرمن، فرانسیسی اور اطالوی بولی جاتی ہیں۔ ان علاقوں کے لوگوں نے یہ زبانیں مستعار لی ہیں۔ اور سوئزرلینڈ میں تین قومیں نہیں بلکہ

ایک ہی سوئیس قوم رہتی ہے۔ امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لوگ انگلینڈ سے اپنی زبان بھی ساتھ لے کر جہاں آباد ہوئے اور یہی حال کیوبک کے لوگوں کا ہے جو فرانس سے آکر یہاں آباد ہوئے۔ آج ان ممالک میں رہنے والے لوگ، اپنا علیحدہ قومی تشخص رکھتے ہیں۔ کچھ افریقی لوگوں نے بھی فرانسیسی تسلط کیوجہ سے فرانسیسی زبان کو اپنا لیا ہے۔ بائیس عرب ممالک میں عربی زبان بولی جاتی ہے۔ لیکن مشترک زبان ہونے کے باوجود ان ممالک کے لوگ ایک قوم نہیں بناتے ہیں بلکہ ان میں قومیں اور قومیتیں وجود رکھتی ہیں۔ بہر حال یہ بالکل عیاں ہے کہ ان قوموں نے ایک مخصوص خطہ کے اندر صدیوں، بلکہ ہزاروں سالوں کے میل جول سے نشوونما پائی ہے۔ اپنی مشترک اقتصادی زندگی کو ترقی دی ہے۔ اور اس عرصہ کے دوران اپنی قومی تاریخ کو خود مرتب کیا ہے اور ایک خاص ماحول میں قومی کریکٹر حاصل کیا ہے۔

کچھ سماجی سائنسدانوں کا خیال ہے کہ کسی قوم کے وجود کا تعین کرنے کیلئے زبان فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ اگر کوئی ایک صفت، قوم کے بنانے کیلئے فیصلہ کن کہی جا سکتی ہے تو وہ خطہ زمین ہے۔ چونکہ لوگ ایک خطہ زمین کے اندر کافی عرصہ تک رہ کر ہی قومی تشخص حاصل کر سکتے ہیں لیکن صرف خطہ زمین بھی فیصلہ کن نہیں ہے۔ بلکہ کسی قوم کے وجود کا تعین کرنے کیلئے ان سب خصوصیات کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔ جو قومی وجود کیلئے ضروری ہیں۔

قوم کے وجود کیلئے مشترک ثقافت ایک لازمی شرط ہے۔ مشترکہ ثقافت سے مراد ایک یکساں ثقافت نہیں ہے۔ تقریباً تمام قوموں کی ثقافت میں طبقاتی اور علاقائی اثر ضرور موجود ہوتا ہے۔ مشترکہ ثقافت کے دائرے میں ایک قوم کے لوگوں کا پورا طرز زندگی آجاتا ہے جس میں ان کی خوراک، لباس، ادب، موسیقی مصوری، طرز تعمیر، کاشتکاری کے طریقے اور روزمرہ کی مشغولات سب شامل ہیں۔

ہر قوم کی اپنی تاریخ ہوتی ہے۔ جو کہ اس نے اپنے قومی ارتقاء کے دوران بنائی ہوتی ہے اس میں قوم کا پیداواری عمل۔ قومی بقاء اور نشوونما کی جدوجہد سب ہی شامل ہوتے ہیں۔

قوم کے ارتقاء کے سارے عرصے میں ایک مشترک نفسیاتی ساخت کی

تشکیل ہوتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں "قومی کریکٹر" بنتا ہے۔ چونکہ ہر قوم کی نشوونما ایک مخصوص ماحول میں ہوتی ہے۔ اس لئے ہر قوم کا قومی کریکٹر دوسری قوموں سے مختلف ہوتا ہے اور یہ قوم کے ذہن پر بڑی گہری چھاپ چھوڑتا ہے۔ لیکن قومی نفسیاتی ساخت کوئی مستقل چیز نہیں ہے اور قومی زندگی میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ اس میں بھی تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔

ایک ہی ملک کے اندر ایک یا ایک سے زیادہ قومیں اور قومیتیں ہو سکتی ہیں مثال کے طور پر کشمیر، بھارت، پاکستان، چین، سری لنکا، سوویت یونین، برطانیہ، یوگوسلاویہ اور دنیا کے دیگر ممالک میں متعدد قومیں اور قومیتیں بستی ہیں۔ مثلاً کشمیر میں کشمیری قوم اور شینا، بلتی اور لداخی قومیتوں کا وجود موجود ہے چین میں متعدد قومیں اور قومیتیں آباد ہیں۔ پاکستان میں سندھی، بلوچ، پختون اور پنجابی قومیں اور سرائیکی و کلاشی قومیتیں رہتی ہیں۔ بھارت میں ایک سو سے زائد قومیں اور قومیتیں موجود ہیں۔ سوویت یونین میں ایک سو کے لگ بھگ قومیں اور قومیتیں ارتقائی منازل طے کر رہی ہیں اور دنیا کے دوسرے کافی ممالک کی مثالیں بھی دی جا سکتی ہیں۔

تاریخ میں کئی بار ایسے ہوا ہے کہ قوموں کو غاصب قوتوں نے تقسیم کیا ہے ان کی معاشی زندگی کو درہم برہم کیا ہے اور مظلوم قوم کی ثقافت کو تباہ کیا گیا ہے اور سامراجی ملک کی ثقافت کو مظلوم قوم پر مسلط کیا گیا ہے۔ مظلوم قوم کی تاریخ کو مسخ کیا گیا ہے اور بعض اوقات مظلوم قوم کے وجود کو ختم کرنے کی پوری سعی کی گئی ہے۔ آج بیرونی غاصب قوتوں نے کوریائی قوم، کشمیری قوم، کرد قوم، پختون قوم، آئرش قوم اور دیگر کئی قوموں کو تقسیم کر رکھا ہے۔ اور اس طرح بنگالی قوم اور پنجابی قوم کی تقسیم بھی برطانوی سامراج اور اس کی حواری قوتوں کی سازش کا نتیجہ ہے فلسطینی لوگ ایک قوم ہیں۔ حالانکہ ان کا مشترک خطہ زمین چھین لیا گیا ہے۔ لیکن ایسی قومیں بھی ضرور موجود ہیں۔ جن کی ابتدائی جدوجہد کے متعلق اتنی معلومات دستیاب نہیں ہیں۔

قوم کی اس تعریف اور وضاحت سے مقصد یہ ہے کہ قوم کی حقیقت کو سمجھا جائے۔ کسی تعریف کا اطلاق کٹرپن سے نہیں کرنا چاہئے اور قومی وجود اور حیثیت کی

لے: آزاد ریاستوں کی دولت مشترکہ

تحقیق احتیاط سے کرنی چاہیے۔ لیکن قوم کی خصوصیات کو مدنظر رکھ کر ہی پوری چھان بین کی جا سکتی ہے اور اس طرح کسی قوم کے وجود کا تعین کیا جا سکتا ہے۔

کشمیری قوم اور قومیتیں

کشمیری قوم اور کشمیر میں قومیتوں کا وجود ایک تاریخی حقیقت ہے۔ کشمیری قوم اور کشمیر میں بسنے والی قومیتیں مثلاً بوروشاسکی، شینا، بلتی اور لداخی سماجی مظہر ہیں اور ہزاروں سالوں کے سماجی ارتقاء کا نتیجہ ہیں اور انہوں نے اس سفر کے دوران بے شمار نشیب و فراز دیکھے ہیں جو خصوصیات ایک قوم کے وجود کیلئے ضروری ہیں وہ سب کشمیری قوم میں موجود ہیں۔

کشمیری قوم نے پیداواری عمل کے مختلف مراحل سے گزر کر موجودہ شکل اختیار کی ہے۔ اور باقی قوموں کی طرح مختلف کنبوں، قبیلوں اور گروہوں کے صدیوں اور ہزاروں سالوں کے میل جول سے قومی تشخص حاصل کیا ہے جو خصوصیات ایک قوم کو بنانے کیلئے ضروری ہیں۔ انہی کی بنیاد پر کشمیری قوم کے وجود کو پرکھا جا سکتا ہے۔ خطہ زمین کے بغیر ایک قوم کا تصور محال ہے۔ کشمیری قوم کے پاس اپنا مشترک خطہ زمین موجود ہے۔ کشمیری قوم اس خطہ میں عرصہ دراز سے رہ رہی ہے۔ اور اس نے کافی مراحل سے گزر کر اپنی اقتصادی زندگی کو ترقی دی ہے اپنی زبان کی آہستہ آہستہ تشکیل کی ہے اور اپنی قومی ثقافت کی نشوونما کی ہے۔ کشمیری قوم ایک طویل تاریخ کی مالک ہے جو اس نے اپنی جدوجہد سے بنائی ہے اور اس لمبی جدوجہد کے دوران اس نے اپنی مشترک قومی نفسیاتی ساخت بھی حاصل کی ہے۔ لیکن اس وقت بیرونی غاصب قوتوں نے کشمیری قوم کو تقسیم کو رکھا ہے جس وجہ سے کشمیری قوم کی نشوونما میں کافی رکاوٹیں پیدا ہو گئی ہیں۔

کشمیر کی جبری تقسیم سے پہلے، کشمیری قوم اپنی مشترک اقتصادی زندگی رکھتی تھی۔ اگرچہ یہ کوئی زیادہ ترقی یافتہ نہیں تھی۔ ذرائع آمدورفت پسماندہ تھے لیکن ملک کے اندر تجارت ہوتی تھی اور عوام کو نہ صرف ملک کے اندر پیدا کی ہوئی کھانے پینے کی چیزیں، بلکہ ہاتھوں سے بنائی ہوئی اشیاء بھی دستیاب ہوتی تھیں۔ لیکن

کشمیر پر بیرونی تسلط اور تقسیم نے کشمیری عوام کی زندگی کو بری طرح متاثر کیا ہے اور اب صورت حال کافی مختلف ہو گئی ہے۔ کشمیر کو ہر لحاظ سے پسماندہ رکھا گیا ہے اور بیرونی غاصب قوتوں نے ملک کی اقتصادی زندگی کو درہم برہم کر دیا ہے اور ملک کی تقسیم کی وجہ سے اندرونی منڈی نہ بن سکی ہے۔ اس طرح ملک کی اندرونی تجارت نہ ہونے کے برابر ہے اور اس وقت صورت حال یہ ہے کہ نہ صرف صنعتی اشیاء بلکہ روزمرہ کے استعمال اور کھانے پینے کی چیزیں بھی بھارت اور پاکستان سے آتی ہیں۔ حالانکہ ان میں سے بیشتر اشیاء آسانی کے ساتھ ملک کے اندر بنائی اور پیدا کی جا سکتی ہیں۔ ذرائع آمدورفت میں بھی کوئی خاص ترقی نہ ہوئی ہے اور جو سڑکیں بنائی گئی ہیں وہ صرف فوجی نقطہ نظر سے بنائی گئی ہیں اور دونوں قابض قوتوں نے اپنے اپنے مقبوضہ علاقوں کو اپنے ملک کے ساتھ مضبوطی کے ساتھ منسلک کرنے کی کوشش کی ہے بلکہ ہونا یہ چاہیئے تھا کہ کشمیر کے دیہاتوں، قصبوں اور شہروں کو آپس میں ذرائع آمدورفت کے ذریعہ ملایا جاتا اور اس طرح ملک کو کسی حد تک ترقی کی بنیاد مہیا ہو سکتی تھی۔ لیکن بیرونی غاصب قوتوں کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی ہے۔ کہ غلام قوم کو ہر لحاظ سے پسماندہ رکھا جائے۔ چونکہ ایسی صورت حال ان کے مفاد میں ہوتی ہے بھارت اور پاکستان بھی اسی پالیسی پر گامزن ہیں۔ لیکن ظالم قوتوں کو جلد مایوسی ہو گی۔

زبان، انسانی رابطہ کا ایک اہم ذریعہ ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ کسی قوم کی ایک ہی مشترک زبان ہو۔ بلکہ ایک قوم کی ایک سے زائد بھی مشترک زبانیں ہو سکتی ہیں۔ کشمیر میں کئی زبانیں بولی جاتی ہیں اور طویل بیرونی تسلط کی وجہ سے کشمیری زبان ابھی تک پورے ملک میں اپنائی نہیں گئی ہے۔ کشمیری زبان صرف وادی کشمیر اور اس کے گردونواح میں بولی جاتی ہے۔ ہنزہ، نگر، یاسین اور ضلع گلیز میں بوروشاسکی زبان، گلگت میں شینا زبان، بلتستان میں بلتی زبان اور لداخ میں لداخی زبان بولی جاتی ہے۔ جموں ڈویژن کے تین اضلاع جموں، کٹھوعہ اور ادھم پور میں بولی جانے والی زبان ڈوگری کہلاتی ہے۔ یہ شمال مشرقی پنجاب میں بولی جانے والی پنجابی اور پہاڑی زبان کا مرکب ہے۔ راجوری، پونچھ اور آزاد کشمیر میں بولی جانے والی زبان ہندکو قسم کی ہے۔ یہ شمال مغربی پنجاب میں بولی جانے والی پنجابی،

کوہستانی ہند کو زبان اور پہاڑی زبان کا مرکب ہے۔ پہاڑی زبان سے مراد علاقائی زبان ہے۔

کشمیری قوم چار سو سال سے غلام چلی آرہی ہے لیکن اتنی منصوبہ بندی کے ساتھ پہلے کبھی کشمیری زبان اور ثقافت کو ختم کرنے کی کوشش نہیں کی گئی ہے۔ جتنی کہ اب کی جارہی ہے بھارتی مقبوضہ کشمیر میں ہندی اور پاکستان کے زیر تسلط حصہ میں اردو مسلط کی جارہی ہے۔ اگر کشمیری عوام نے اپنی آزادی کی جنگ لڑنی ہے تو انہیں اپنی زبان اور ثقافت کی حفاظت کرنی پڑے گی۔

قومیں اپنی ثقافت کی بنا پر پہچانی جاتی ہیں اور زندہ قومیں بجا طور پر اپنی ثقافت پر فخر کرتی ہیں۔ کشمیری قوم اپنی عمدہ ثقافت رکھتی ہے اور اس کے پاس اپنی خوراک، اپنا لباس اپنا ادب موجود ہے۔ کشمیر کے قدرتی خوبصورت مناظر فن کاروں کو اپنی طرف کھینچتے رہے ہیں اور یہاں مصوری کا فن، ہر دور میں کافی مقبول رہا ہے کشمیر نے بڑے اعلیٰ پایہ کے مصور بھی پیدا کئے ہیں۔ لندن کے وکٹوریہ اور البرٹ میوزیم میں سوتی کپڑا پر بنی ہوئی چوبیس تصویریں رکھی ہوئی ہیں۔ یہ چار سو سال پہلے کشمیر میں بنائی گئی تھیں۔ ان میں جنگی مناظر اور کشمیر کے خوبصورت پہاڑوں کی منظر کشی کی گئی ہے۔ کشمیر کی موسیقی ناچ اور گانے یہاں کے خصوصی ماحول کی پیداوار ہیں اور مردوں کے ساتھ ساتھ کشمیری عورتیں بھی موسیقی، ناچ اور گانوں میں حصہ لیتی رہی ہیں۔ کشمیر کے قالیچے، شال اور ریشم دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ قالین بنانے، پتھر کو پالش کرنے، چاندی اور پیتل کا کام یہاں صدیوں سے ہو رہا ہے۔ کشیدہ کاری لکڑی کندہ کرنے اور چمڑا رنگنے کا فن عام ہے۔

کشمیر کی ثقافت کے جو اچھے پہلو ہیں ان کو ترقی دینے کی ضرورت ہے لیکن بنیادی طور پر یہ جاگیردارانہ اور کمپراڈور ثقافت ہے جو کہ بیرونی غاصب قوتوں کی خدمت کرتی ہے اور اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسی قومی ثقافت کی آبیاری کی جائے۔ جو قومی امنگوں کی عکاسی کرتی ہو اور قومی آزادی کی جدوجہد کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو۔ اب صحیح معنوں میں قومی ثقافت کا احیاء ہونا چاہئے اور کشمیری عوام کو پرولتاری ثقافت سے روشناس کرانا بھی لازمی ہے تاکہ کشمیر میں ثقافتی فوج کو تیار کیا جاسکے جو قومی آزادی کی دشمن قوتوں کے خلاف ثقافتی محاذ

پچے۔ ٹریکے۔
کشمیر کی پانچ ہزار سالہ تاریخ ہے یہ کشمیری عوام کی مسلسل جدوجہد کی داستان ہے اس طویل عرصہ کے دوران روشنی کے ساتھ ساتھ تاریکی بھی رہی ہے لیکن پچھلے چار سو سال کشمیر کی تاریخ کا تاریک ترین دور ہے۔ موجودہ قابض قوتیں، کشمیر کی تاریخ کو مسخ کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ لیکن اب کشمیری عوام بیدار ہو چکے ہیں۔ اور کشمیر میں انقلابی نوجوان نسل پیدا ہو چکی ہے جو کشمیر کی تاریخ کی حفاظت کرنا جانتی ہے اور یہ وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ ایک دن کشمیر کی تاریخ ان انقلابی نوجوانوں پر فخر کرے گی۔

کشمیری قوم کی مشترک نفسیاتی ساخت اس ماحول کی پیداوار ہے جس ماحول میں کشمیری قوم کی نشوونما ہوئی ہے اور یہ نفسیاتی ساخت اسے دوسری قوموں سے مختلف بناتی ہے۔ کشمیری عوام کشادہ دل اور انسان دوست ہیں اور کچھ زیادہ ہی امن پسند رہے ہیں۔ لیکن ظلم و جبر کے خلاف جدوجہد کرنا بھی جانتے ہیں۔ کشمیری قوم میں خوداعتمادی کا فقدان رہا ہے۔ جس کی وجہ سے کافی نقصان بھی اٹھانا پڑا۔ لیکن یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ بیرونی تسلط کی وجہ سے قوموں کی خوداعتمادی ختم ہو جاتی ہے لیکن جب کوئی قوم سماجی انقلاب سے گزرتی ہے تو اس کی خوداعتمادی بھی بحال ہو جاتی ہے۔

کشمیر میں، کشمیری قوم کے علاوہ قومیتوں کا وجود بھی موجود ہے۔ مثلاً ہنزہ نگر میں بوروشاسکی، گلگت میں شینا، بلتستان میں بلتی، اور لداخ میں لداخی قومیتیں آباد ہیں۔ یہ قومیتیں اپنا خطہ زمین، اپنی زبان اور اپنی ثقافت رکھتی ہیں۔ ان کی اقتصادی زندگی اور ثقافت ابھی بہت پسماندہ ہے اور کشمیری قوم کے ساتھ، یہ قومیتیں بھی بیرونی تسلط کی وجہ سے ظلم و جبر اور استحصال کا شکار ہیں۔

ایک آزاد معاشرہ میں ہی قومیں اور قومیتیں، صحیح معنوں میں نشوونما پا سکتی ہیں اور اقتصادی زندگی میں بھی ترقی ہو سکتی ہے۔ زبان اور ثقافت پھلتی پھولتی ہے۔ اس طرح قومی زندگی کے ہر شعبہ میں پیش رفت ہوتی ہے۔ لیکن غلام معاشرہ میں قوموں اور قومیتوں کی نشوونما نہیں ہو سکتی۔ آج یہی حال کشمیری قوم اور کشمیر میں بسنے والی قومیتوں کا ہے۔ بیرونی تسلط کی وجہ سے ان کی نشوونما کافی حد تک رکی ہوئی

ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ کشمیری قوم اور قومیتوں کو سیاسی معاشی اور ثقافتی طور پر بیرونی تسلط سے آزاد کرایا جائے جب یہ اعلیٰ مقاصد حاصل ہو جائیں گے تو کشمیری قوم اور کشمیر میں بسنے والی قومیتوں کی نشو ونما تیزی سے ہو سکے گی۔

کشمیر کے مسئلہ کا

تاریخی پس منظر

انسان نے لاکھوں کروڑوں برسوں میں ارتقاء کیا ہے اور انسان کا یہ ارتقائی سفر ہمیشہ جاری رہے گا۔ انسان ابتدا میں اکیلا رہتا تھا۔ اپنے آپ کو زندہ رکھنے اور فطرت کا مقابلہ کرنے کیلئے اس کو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اس نے تجربہ سے سیکھا کہ وہ اکیلا فطرت کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو اس نے انسانی معاشرہ کی بنیاد ڈالی۔ اس انسانی تخلیق میں اچھائیاں اور برائیاں دونوں موجود ہیں یہ کافی عرصہ تک پرانی قسم کا اشتراکی معاشرہ تھا جس میں نجی ملکیت نہیں تھی۔ لیکن ایک مرحلہ پر، معاشرہ میں طاقتور افراد نے نجی ملکیت کی ابتداء کی اور اس کے ساتھ ظلم، زیادتی اور ناانصافی کا آغاز ہوا۔ پھر آہستہ آہستہ طبقات نے جنم لیا۔ اور اس کے ساتھ ہی طبقاتی جبر و استحصال شروع ہوا اور جب انسانی معاشرہ کے ایک مرحلہ پر، قومیتیں اور قومیں وجود میں آئیں۔ تو طاقتور قوموں کی کمزور قوموں پر زیادتی اور ناانصافی سامنے آئی۔ جب انسانی معاشرہ کے ایک مرحلہ پر نجی ملکیت اور طبقات ختم ہو جائیں گے تو ہر قسم کے ظلم، زیادتی اور ناانصافی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ لیکن اس کیلئے ابھی غریب عوام اور مظلوم قومیتوں کو طویل اور صبر آزما جدوجہد کرنی پڑے گی۔

کشمیر کی قدیم تاریخ کے متعلق کوئی زیادہ معلومات نہیں ملی جن سے یہ پتہ چل سکے کہ لوگ کن سیاسی، سماجی اور معاشی حالات میں رہتے تھے۔ بہر حال کشمیر میں مختلف مقامات پر پتھر کے زمانے کے اوزار ملے ہیں جن سے لوگوں کی ابتدائی زندگی کی جدوجہد کے متعلق کچھ پتہ چلتا ہے۔ اس زمانہ میں لوگ غاروں میں رہتے تھے۔ پتھر کے اوزاروں سے شکار کرتے تھے اور انہوں نے آگ جلانے کا ہنر بھی سیکھ لیا تھا۔

کشمیر کی مہذب تاریخ تقریباً تین ہزار سال قبل مسیح سے شروع ہوتی ہے کشمیر پر 1339ء تک اکیس خاندانوں نے حکومت کی۔ مورخین نے باون حکمرانوں میں سے پینتیس کو گمنام قرار دیا ہے۔ تاریخ میں یہ کہانی بھی ملتی ہے کہ

کشمیر کے ایک حکمران رام دیوا نے پورے برصغیر پر خلیج بنگال سے لیکر بحر عرب تک تسلط قائم کیا۔ ظاہر ہے کہ ہر ملک نے چند لیٹرے ضرور پیدا کئے ہیں۔ چین میں 1911ء کے بورژوا جمہوری انقلاب کے رہنما سن یات سین نے کہا تھا کہ "یورپ تو اب سامراجی بنا ہے لیکن چین بہت عرصہ پہلے سامراجی رہ چکا ہے۔

تقریباً ہزار سال قبل مسیح آریائی لوگ برصغیر میں وارد ہوئے۔ یہ وسطی ایشیاء سے آئے تھے۔ جہاں کا ماحول ابھی قبائلی تھا۔ انہوں نے یہاں کی تہذیب کو بری طرح تباہ و برباد کیا۔ اس وقت برصغیر کے معاشرے وسطیٰ ایشیا کی نسبت ذرا آگے تھے یہاں کاشتکاری ہوتی تھی اور کچھ لوگ قصبوں میں رہتے تھے۔ آریوں نے یہاں کے ماحول سے سیکھ کر تقسیم محنت کا آغاز کیا جو کہ اچھی بات تھی۔ لیکن اس میں ایک برائی مضمر تھی وہ یہ کہ انہوں نے معاشرہ کے اندر پیشوں کے لحاظ سے ذاتوں کو رائج کیا۔ لیکن آریہ اس کو اچھائی خیال کرتے تھے۔ اس طرح آریائی لوگ خود "اونچی ذات" کے برہمن بن بیٹھے اور مفتوح لوگوں کو "نچلی ذاتوں" کے درجے دیئے گئے اس کے اثرات کشمیر پر بھی پڑے۔ یہ سماجی برائی لوگوں کے درمیان لڑائی فساد اور تقسیم کا باعث بنی اور یہ وبا جنوبی ایشیاء کے ممالک میں ابھی تک پائی جاتی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس میں کچھ کمی ہوئی ہے لیکن معاشرہ میں باقی برائیوں کی طرح اس کا مکمل خاتمہ بھی صرف سماجی انقلاب کے ذریعہ کیا جا سکتا ہے۔

تیسری صدی قبل مسیح کے وسط میں ہندوستان کے حکمران اشوک نے کشمیر پر قبضہ کیا۔ یہ غالباً پہلا موقع تھا کہ کشمیر بیرونی تسلط کے نیچے آگیا۔ اشوک خود بدھ مت کا ماننے والا تھا۔ اس لئے کشمیر میں بھی ہندو مت کی جگہ بدھ مت کو رائج کیا لوگوں کو کافی حد تک مذہبی آزادی حاصل تھی۔ اشوک کی وفات کے بعد کشمیر کی خود مختاری بحال ہو گئی تھی۔

1319ء میں جب کشمیر پر تاتاری حملہ ہوا تو کشمیر کا حکمران سہادیو (بغیر) مقابلہ کئے بھاگ کر کشتواڑ چلا گیا تھا۔ تاتاری حملہ سے تھوڑا عرصہ پہلے، مغربی تبت کے حکمران کے خلاف بغاوت ہوئی تھی۔ جس میں وہ مارا گیا تھا اور اس کا بیٹا رنچن وہاں سے بھاگ کر کشمیر آگیا تھا۔ کشمیر کے لوگوں نے تاتاریوں کے حملہ کی سخت مزاحمت کی تھی اور رنچن نے ان کی اس مشکل وقت میں حوصلہ افزائی اور مدد کی تھی

اور وہ اس طرح کشمیر کے لوگوں کے قریب ہو گیا تھا۔ ملک بدنظمی کا شکار تھا۔ رنچن کو جاگیرداروں اور دربار کے افسروں کی حمایت حاصل تھی۔ ان حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے رنچن گدی پر قابض ہو گیا۔ رنچن بدھ مت کو ماننے والا تھا لیکن بعد میں اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ 1339ء میں ایک دفعہ پھر کشمیر میں افراتفری شروع ہو گئی۔ شاہ میر نامی شخص جو سوات سے کشمیر آیا تھا اور پچھلے چھبیس سال سے یہاں ہی زندگی بسر کر رہا تھا۔ اس نے اس عرصہ کے دوران بالائی طبقات کے ساتھ کافی مراسم پیدا کر لئے تھے۔ اب موقع پا کر راجہ کے خلاف بغاوت کر دی۔ اور گدی پر قبضہ کر لیا۔ اور اس طرح کشمیر پر مسلمانوں کی حکومت کی بنیاد ڈالی۔

1586ء میں مغل حکمران اکبر نے کشمیر پر حملہ کیا اور بغیر کسی خاص مزاحمت کے کشمیر پر قبضہ کر لیا۔ اس سے پہلے مغلوں نے کشمیر پر کئی حملے کئے تھے۔ جن میں وہ ناکام رہے تھے۔ اس دفعہ کشمیر کے بالائی طبقات نے اکبر کے ساتھ پہلے ہی سازباز کر لی تھی۔ مغلوں کے دور میں کشمیر کے لوگوں پر ہر قسم کے ٹیکس لگائے گئے۔ بیگار عام تھی اور لوگ بدحالی اور فاقہ کشی کی زندگی بسر کرتے تھے جب مغلیہ سلطنت اپنے اندورنی خلفشار کا شکار ہو گئی۔ تو کشمیر میں حالات اور خراب ہو گئے۔ کشمیر کے بالائی طبقات جن کی نظریں ہمیشہ ملک سے باہر لگی رہتی تھیں (اور اب بھی یہی حال ہے) انہوں نے افغانستان کے حکمران احمد شاہ درانی کے ساتھ رابطہ قائم کیا 1751ء میں احمد شاہ درانی نے پنجاب پر قبضہ کر لیا تھا اور اب وہ کشمیر پر قبضہ کرنے کے موقع کی تاک میں تھا۔ 1752ء میں احمد شاہ کی فوج نے مغلوں کی فوج کو شوپیاں کے نزدیک شکست دی اور کشمیر افغانوں کے زیر تسلط آگیا۔ کشمیریوں پر یہ مقولہ صادق آتا ہے کہ "آسمان سے گرا اور کھجور میں اٹکا"۔

افغانوں کے دور میں کشمیریوں پر بہت ظلم ڈھائے گئے۔ لوگوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کیا جاتا تھا۔ ٹیکس بہت زیادہ کر دیئے گئے اور بیگار جاری رہی۔ کشمیری فوجی ملازمت نہیں کر سکتے تھے۔ کسی کی عزت اور زندگی محفوظ نہیں تھی۔ 1819ء میں ایک دفعہ پھر کشمیر کے بالائی طبقات نئے آقا کی تلاش میں نکلے۔ جاگیردار طبقہ کا ایک نمائندہ بیربل ڈار ریاست پنجاب کے حکمران رنجیت سنگھ کے پاس لاہور پہنچا اور اسے کشمیر پر حملہ کرنے کیلئے اکسایا اور ہر قسم کی امداد کی یقین

دہائی کرائی۔ رنجیت سنگھ نے کشمیر پر حملہ کیا۔ اور بڑی آسانی کے ساتھ کشمیر پر قبضہ کر لیا ٹیکس اور بیگار تو پہلے ہی تھے اور اب گائے ذبح کرنے کی سزا پھانسی کر دی گئی کچھ مسلمانوں کو پھانسی بھی دی گئی اور گھر بھی جلائے گئے۔ پنجابیوں کے دور میں قحط سے کئی لاکھ افراد لقمہ اجل بن گئے۔

گلاب سنگھ صوبہ جموں کا حکمران تھا۔ جس نے پنجاب کے حکمران رنجیت سنگھ کے دربار میں اعلیٰ رتبہ حاصل کر لیا تھا۔ جب رنجیت سنگھ نے 1839ء میں وفات پائی تو برطانوی سامراج اس وقت تک تقریباً پورے برصغیر پر اپنا تسلط جما چکا تھا اور اب اس کی نظریں پنجاب اور کشمیر پر لگی ہوئی تھیں۔ 1845ء میں برطانوی سامراج اور ریاست پنجاب کے درمیان جنگ چھڑ گئی تو ریاست پنجاب نے گلاب سنگھ کو فوج کا کمانڈر مقرر کر دیا۔ لیکن گلاب سنگھ پہلے ہی برطانوی سامراج کے ساتھ ساز باز کر چکا تھا۔ اس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ "جب تک وہ خود مزید فوج کے ساتھ اس لڑائی میں شامل نہیں ہو جاتا، برطانوی فوج پر حملہ نہ کیا جائے"۔ درحقیقت گلاب سنگھ برطانیہ کے ساتھ جنگ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اور مختلف حیلے بہانے بنا کر ٹال مٹول کرتا رہا۔ اسی اثناء میں برطانوی فوج نے حملہ کیا۔ اور پنجابی فوج شکست کھا گئی۔

9 مارچ 1846ء معاہدہ لاہور پر دستخط ہوئے۔ معاہدہ لاہور آرٹیکل نمبر 4 کے تحت ریاست پنجاب نے کشمیر کو برطانیہ کے حوالے کر دیا۔ 16 مارچ 1846ء معاہدہ امرتسر پر دستخط ہوئے۔ اس معاہدہ کے آرٹیکل نمبر1 اور 3 کے تحت برطانیہ نے گلاب سنگھ کو صوبہ کشمیر بشمول گلگت، بلعوض پچھتر لاکھ روپیہ فروخت کر دیا۔ آرٹیکل نمبر9 کے تحت ریاست کے بیرونی دفاع کی ذمہ داری برطانیہ نے سنبھال لی۔ اور آرٹیکل نمبر10 کے تحت گلاب سنگھ نے برطانیہ کی بالادستی قبول کی۔ اس طرح ریاست کشمیر، ریاست پنجاب کے قبضہ سے نکل کر برطانیہ کے قبضہ میں چلی گئی اور اس پر گلاب سنگھ کی شخصی حکمرانی بھی مسلط کر دی گئی۔

یہ بالکل عیاں ہے کہ معاہدہ امرتسر کشمیری عوام کی مرضی کے خلاف ہوا تھا اس میں عوام کے حقوق کا کوئی ذکر تک نہیں تھا۔ یہ معاہدہ بہت ہی غلیظ اور

شرمناک تھا۔ یہ عدل و انصاف اور جمہوری اصولوں کے بالکل منافی تھا بلکہ یہ ایک نہایت کمینی اور غیر انسانی حرکت تھی اور کشمیری عوام اس معاہدہ کے خلاف سراپا احتجاج بن گئے۔ گلاب سنگھ کو کشمیری عوام کی سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ جنگ مزاحمت کشمیر کے کونہ کونہ سے گلاب سنگھ کے خلاف شروع کی گئی اور جب گلاب سنگھ مزاحمت کو کچلنے میں ناکام ہو گیا تو گلاب سنگھ نے اپنے آقا برطانوی سامراج سے مدد کی درخواست کی۔ جس پر برطانوی سامراج نے اپنی فوجیں کشمیر میں بھیج دیں۔ کشمیری عوام کی بڑی تعداد کو تہ تیغ کیا گیا اور اس طرح پھر گلاب سنگھ کو کشمیری عوام پر مسلط کر دیا گیا۔ لیکن پونچھ میں ایک دفعہ پھر گلاب سنگھ کے خلاف بغاوت کے شعلے روشن ہوئے۔ اس کو کچلنے کیلئے گلاب سنگھ خود موقع پر پہنچا۔ اس نے حریت پسندوں کے رہنماؤں کو قتل کروا دیا۔ ان کی کھالیں کھنچوا کر ان میں بھوسہ بھروا دیا اور انہیں راستہ کے پاس لٹکا دیا تاکہ لوگ دیکھ سکیں۔ یہ عوام کو خوف زدہ کرنے کی کوشش تھی۔ لیکن کشمیر کی جنگ آزادی کا راستہ روکنے کا کوئی حربہ بھی کامیاب نہ ہو سکا اور جنگ آزادی کسی نہ کسی شکل میں جاری رہی۔

1858ء میں گلاب سنگھ نے وفات پائی۔ گلاب سنگھ کی حکومت میں، کے ایم پانیکار ایک آفیسر رہ چکا تھا۔ اس نے گلاب سنگھ کی سوانعمری لکھی تھی وہ لکھتا ہے کہ "گلاب سنگھ جن طریقوں سے اپنے مقاصد حاصل کرتا تھا وہ نکتہ چینی سے بالاتر ہیں نے وہ ایسی چالیں اور دھوکہ بازی استعمال کرنے سے گریز نہیں کرتا تھا جو عام زندگی میں شرمناک خیال کئے جاتے ہیں اس نے ایک سخت سکول میں تربیت حاصل کی تھی جہاں جھوٹ، سازش اور دغا بازی سب ہی سیاست کا لازمی حصہ سمجھے جاتے ہیں۔" یہ بالکل درست ہے کہ انسان ماحول اور تربیت کی پیداوار ہے اور کے ایم پانیکار نے گلاب سنگھ کی جو صفتیں بیان کی ہیں یہ گلاب سنگھ کو جاننے کیلئے کافی ہیں۔ لیکن کے ایم پانیکار نے براہ راست ایک اور صفت کا ذکر نہیں کیا جو گلاب سنگھ میں بدرجہ اتم موجود تھی اور یہ کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے کہ گلاب سنگھ نے کشمیر میں اپنے کافی جانشین چھوڑے ہیں۔

اس صدی کے آغاز میں کشمیری عوام کسی حد تک بیدار ہو چکے تھے۔ باقی دنیا میں جو تبدیلیاں آرہی تھیں ان کے اثرات یہاں بھی پڑ رہے تھے اور خاص کر جب

1905ء میں سرینگر اور بعد میں جموں کالج کھولے گئے تو نوجوان طلباء میں جمہوری حقوق کا احساس پیدا ہوا اور اس کے ساتھ ہی قومی آزادی کیلئے جذبہ زور پکڑنے لگا۔ اس وقت پہلی بار نوجوانوں نے "غیر ملکی غاصب مردہ باد" کا نعرہ بلند کیا۔ کشمیری عوام میں اپنی پسماندگی کا احساس پیدا ہو چکا تھا اور یہ احساس مسلمانوں میں زیادہ شدید تھا جب 1924ء میں وائسرائے ہندوستان، کشمیر آیا تو مسلمانوں نے یہ مطالبات پیش کئے۔

1 ۔ کسانوں کو حقوق ملکیت دیئے جائیں۔
2 ۔ مسلمانوں کو ملازمتیں دی جائیں۔
3 ۔ مسلمانوں کیلئے تعلیم کا انتظام کیا جائے۔
4 ۔ بے گار کو ختم کیا جائے۔

جب 1925ء میں ہری سنگھ گدی نشین ہوا تو راجپوتوں کو نوازنے کی پالیسی اور بھی واضح ہو گئی۔ مسلمانوں کی نسبت ہندوؤں میں تعلیم زیادہ تھی لیکن ملازمتیں ان کو بھی نہیں مل رہی تھیں۔ چونکہ ملازمتوں پر پنجابی اور راجپوت قابض تھے اس لئے نوجوانوں نے "کشمیر کشمیریوں کا ہے" تحریک کا آغاز کیا جو 1925ء سے لیکر 1931ء تک جاری رہی۔ اس تحریک میں ہندو نوجوان پیش پیش تھے۔ ان کے مطالبات یہ تھے:۔

1 ۔ ہندوؤں کو ملازمتوں میں حصہ دیا جائے
2 ۔ پریس کی آزادی ہونی چاہیئے
3 ۔ ایسوسی ایشن بنانے کا حق ہونا چاہیئے۔
4 ۔ نمائندہ قانون ساز اسمبلی ہونی چاہیئے۔
5 ۔ ریاستی اعلیٰ عہدوں پر نمائندگی دی جائے

اب تک ہندوستان میں قومی آزادی کی بورژوا تحریک زور پکڑ چکی تھی اور کشمیری نوجوان جو ہندوستان کی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کر رہے تھے وہ اس تحریک سے متاثر ہوئے اور کشمیر کے اندر بھی اس تحریک کی آواز گونج رہی تھی۔ چونکہ اس قسم کی تنظیم سازی پر پابندی تھی۔ اس لئے 1931ء کے آغاز میں نوجوانوں نے غیر رسمی طور پر ایک سیاسی پارٹی تشکیل دی۔ ان نوجوانوں کا بنیادی

مسئہ روزگار کا تھا۔ ان کے سامنے کوئی واضح منزل نہیں تھی۔ اور کوئی سیاسی، سماجی اور معاشی تبدیلی تو ان کے تصور میں بھی نہیں تھی۔

1931ء کے وسط میں کشمیری عوام نے مہاراجہ کے ظلم وجبر کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ اور انہوں نے مہاراجہ کی شخصی حکمرانی کے خلاف جمہوری تحریک کا آغاز کیا۔ یہ ظاہری طور پر مذہبی جدوجہد تھی۔ لیکن در حقیقت یہ مہاراجہ کے ظلم اور ناانصافی کے خلاف مظلوم عوام کی ایک خودرو تحریک تھی۔ اب غریب عوام اپنے سیاسی اور معاشی حقوق کیلئے جدوجہد کر رہے تھے۔ اور اس تحریک کا ہدف مہاراجہ کی شخصی حکمرانی اور ریاستی مشینری تھا۔ 13 جولائی 1931ء مظلوم عوام کا پولیس کے ساتھ ٹکراؤ ہوا۔ 21 افراد گولیوں کا نشانہ بنے اور متعدد زخمی ہوئے جب مہاراجہ کی حکومت صورتحال پر قابو پانے میں ناکام ہو گئی تو مہاراجہ نے ایک بار پھر اپنے آقا برطانوی سامراج کو مدد کیلئے پکارا جموں، پونچھ، میرپور، راجوری اور کوٹلی میں عوام نے سخت مزاحمت کی۔ اور برطانوی سامراج کو بھی ہزیمت اٹھانا پڑی۔ لیکن یہ تحریک کسی منظم سیاسی تنظیم کے فقدان کے باعث کامیاب نہ ہو سکی۔

اب باضابطہ سیاسی تنظیم کی ضرورت کو محسوس کیا گیا اور 15 اکتوبر 1932ء آل جموں کشمیر مسلم کانفرنس کے نام سے سیاسی پارٹی بنائی گئی۔ یہ مسلمانوں کے بالائی طبقات کی نمائندہ پارٹی تھی۔ اس میں مسلمان جاگیردار، ٹھیکیدار، ذیلدار، سرکاری سفید پوش اور وظیفہ خور مذہبی پیشوا شامل تھے یا پھر وہ مسلمان نوجوان تھے جو تعلیم حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ ملازمتیں حاصل کرنا چاہتے تھے مسلم کانفرنس چونکہ مسلمانوں کے بالائی اور مفاد پرست طبقات کی نمائندہ تنظیم تھی۔ دوسرے مذاہب کے لوگ اس تنظیم میں شامل ہونے کیلئے تیار نہ تھے۔ اس لئے 1939ء میں مسلم کانفرنس کا نام تبدیل کر کے نیشنل کانفرنس رکھ دیا گیا جو کچھ قوم پرست اس پارٹی کو قومی آزادی کی جنگ لڑنے والی پارٹی بنانا چاہتے تھے وہ یہ دیکھ کر کافی مایوس ہوئے کہ اس پارٹی کی نظریں ملک سے باہر جنوب مشرق کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ یہ مکمل طور پر انڈین نیشنل کانگرس کی دم چھلہ تھی لیکن بات یہاں ہی ختم نہ ہوئی تھی۔ قوم پرست قوتوں کیلئے اس سے بھی بڑا صدمہ آگے اس وقت رونما ہوا جب 1941ء میں مسلم کانفرنس کو دوبارہ زندہ کیا گیا اب اس کے

چہرہ سے نقاب غائب تھا اور اس کی بینائی بھی تیز ہو گئی تھی۔ اور اس کی نظریں ملک سے باہر جنوب مغرب کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ یہ پارٹی کشمیر میں مسلم لیگ کی ذیلی شاخ تھی۔ یہ دونوں پارٹیاں کشمیری عوام کی نمائندہ ہونے کا دعویٰ کر رہی تھیں۔ لیکن تاریخ اپنے قوانین کے مطابق کسی چیز کو صحیح یا غلط ثابت کرتی ہے اب کشمیری عوام نے تلخ تجربہ کے بعد دیکھ لیا ہے کہ در حقیقت، نیشنل کانفرنس اور مسلم کانفرنس شروع ہی سے کشمیری عوام کے جمہوری اور قومی حقوق کی مخالفت کرتی رہی ہیں اور اپنے مفاد کی خاطر بیرونی قوتوں کی خدمت کرتی رہی ہیں۔ ان دونوں پارٹیوں نے کشمیر پر بھارت اور پاکستان کے قابض ہونے میں مدد کی تھی اور اس قبضہ کو دوام بخشنے کیلئے غاصب قوتوں کے ساتھ بھرپور تعاون کرتی رہی ہیں اور یہ کشمیری عوام پر ظلم و جبر اور لوٹ کھسوٹ میں بیرونی غاصب قوتوں کے ساتھ پوری طرح شریک رہی ہیں۔

1936 میں ایک سیاسی تنظیم "کشمیر یوتھ لیگ" کے نام سے بنائی گئی۔ یہ قوم پرست اور ترقی پسند پارٹی تھی اور کشمیر کی مکمل آزادی و خود مختاری پر یقین رکھتی تھی۔ 1942ء میں دو سیاسی تنظیمیں بنائی گئیں۔ ان میں ایک کشمیر سوشلسٹ لیگ تھی۔ پرجہ پریشاد ایک قدامت پسند سیاسی تنظیم تھی۔ جو کشمیر کا الحاق بھارت کے ساتھ چاہتی تھی۔ 19 جولائی 1945ء جموں کشمیر کسان کانفرنس تشکیل دی گئی۔ اور 13.11 مئی 1946ء محنت کش طبقات کی کانگرس اننت ناگ کے قریب کا یہ مرگ کے مقام پر منعقد ہوئی جس میں کسان کانفرنس کا نام تبدیل کر کے "کسان مزدور کانفرنس" رکھ دیا گیا۔ اس پارٹی نے معروضی حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے ایک ٹھوس پروگرام پیش کیا تھا۔ 15 مئی 1946ء نیشنل کانفرنس نے "کشمیر چھوڑ دو" کی تحریک شروع کی۔ چونکہ اس تحریک کے سامنے کوئی واضح مقاصد نہیں تھے یہ صرف انڈین نیشنل کانگرس کی "ہندوستان چھوڑ دو" تحریک کی اندھی نقل تھی۔ اس لئے یہ تحریک جلد ہی دم توڑ گئی۔ مسلم کانفرنس نے اس تحریک کی مخالفت کی تھی۔

برطانوی سامراج کے سایہ میں ایک سو سالہ شخصی حکمرانی کا دور ظلم و جبر، ناانصافی اور مذہبی تعصب کا دور تھا۔ عام لوگوں پر ملازمت کے دروازے بند تھے۔

سرکاری ملازمتوں میں راجپوتوں کو ترجیح دی جاتی تھی اور فوج میں صرف راجپوت ہی جا سکتے تھے۔ عوام پر ٹیکس اس قدر بھاری لگائے گئے تھے کہ یہ کہنا درست ہوگا کہ ہوا اور پانی کے علاوہ ہر چیز پر ٹیکس لگایا گیا تھا۔ لوگوں نے ٹیکسوں سے تنگ آکر زمین کاشت کرنی چھوڑ دی تھی۔ بے گار، خاص کر مسلمانوں سے ظلم کی حد تک لی جاتی تھی۔ ملک میں وبائی بیماریاں عام تھیں اور علاج معالجہ کی سہولتیں نہ ہونے کے برابر تھیں۔ تعلیم کا کوئی خاص انتظام نہیں تھا۔ چونکہ لوگوں کو جاہل اور پسماندہ رکھنا مقصود تھا۔ لوگ نہایت غریب اور فاقہ کشی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اس دور میں کئی بار قحط پڑا جس سے لاکھوں لوگ لقمہ اجل بنے۔

کشمیر کا قومی مسئلہ

آزادی کے بغیر کائنات میں کوئی چیز بھی زندہ نشوونما نہیں پا سکتی۔ اور آزاد ماحول کے بغیر ہر چیز مرجھا جاتی ہے اور پھر مر جاتی ہے۔ انسان نے غلامی، ظلم اور ناانصافی کے خلاف ہمیشہ جدوجہد کی ہے۔ لیکن آج کوئی صرف فرد واحد کی آزادی کا سوال نہیں ہے بلکہ پورے معاشرہ اور پوری انسانیت کی آزادی کا سوال درپیش ہے اور اب آزادی کا مفہوم بھی بہت وسیع ہو چکا ہے۔ انسان سیاسی، سماجی معاشی اور ثقافتی طور پر آزاد ہونا چاہتا ہے اور اس سے کم کسی چیز کو قبول نہیں کرے گا۔ انسانی تاریخ کا آغاز مادی پیداواری عمل سے ہوتا ہے۔ لیکن یہ پیداواری سرگرمی ایک معاشرہ کے اندر ہی ہو سکتی ہے اور انسان اپنے پیداواری عمل کو ترقی دینے اور اپنی نشوونما کیلئے آزاد معاشرہ بنانا چاہتا ہے۔ انسان کا اصل جوہر اس کا تخلیقی عمل ہے اور وہ اس تخلیقی عمل کو صرف آزاد معاشرہ میں ہی جاری رکھ سکتا ہے۔ انسان اس تخلیقی عمل کے ذریعہ اور اپنی ضرورت کیلئے نہ صرف فطرت کو بدلتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو بھی بدلتا جاتا ہے اور وہ اس طرح انسانی معاشرہ اور اپنی تخلیق کرتا جاتا ہے۔

کشمیر کے مسئلہ کو بھارت اور پاکستان ایک علاقائی تنازعہ کے طور پر پیش کرتے رہے ہیں اور پاکستان اس کو مذہبی رنگ دیتا رہا ہے اس طرح یہ دونوں ممالک کشمیر پر ایک دوسرے کے قبضہ کو غیر قانونی قرار دیتے رہے ہیں۔ اور مختلف حیلوں بہانوں سے پورے کشمیر پر قابض ہونے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ اور یہ کوشش ابھی جاری ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کشمیر پر دونوں ممالک کا قبضہ غیر قانونی، غیر اخلاقی اور جمہوری اصولوں کے بالکل منافی ہے اور یہ قبضہ محض دھوکہ اور جعلسازی پر مبنی ہے۔ کشمیری عوام، جو کشمیر کے اصل مالک ہیں یہ دونوں غاصب قوتیں ان کی مرضی کو نظرانداز کرتی رہی ہیں۔ یہ کوئی علاقائی تنازعہ یا مذہبی جھگڑا نہیں ہے بلکہ کشمیری عوام کے انسانی، جمہوری اور قومی حقوق کا مسئلہ ہے۔

کشمیر کا قومی مسئلہ یا سوال کیا ہے؟

یہ مظلوم کشمیری قوم اور کشمیر میں بسنے والی مظلوم قومیتوں کے غصب شدہ

قومی حقوق کی بحالی کا مسئلہ ہے اور ایک کروڑ ساٹھ لاکھ کشمیری عوام کے حق خود ارادیت کا سوال ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کشمیری قوم کی آزادی و خودمختاری کا سوال ہے۔ جمہوری اصولوں کے مطابق اور باقی آزاد قوموں کی طرح کشمیری قوم کو بھی آزاد و خودمختار رہنے اور اپنی مرضی سے سیاسی، سماجی اور معاشی نظام تشکیل دینے کا حق حاصل ہے اور قوموں کے ان حقوق کی توثیق اقوام متحدہ کا چارٹر اور بین الاقوامی قوانین بھی کرتے ہیں۔

کشمیر کے سوال کو جاننے کیلئے اس کا گہرا اور مکمل تجزیہ کرنا ضروری ہے۔ کشمیر قدیم تاریخ کا حامل ملک ہے۔ یہ ہزاروں سال تک آزاد و خودمختار ریاست رہا ہے۔ اس میں کشمیری قوم کے علاوہ متعدد قومیتیں اور مختلف مذاہب کے لوگ بستے ہیں۔ جموں کشمیر کا رقبہ چوراسی ہزار چار سو اکہتر مربع میل اور آبادی ایک کروڑ ساٹھ لاکھ ہے۔ ریاست کا محل وقوع دفاعی اعتبار سے بڑی اہمیت کا حامل ہے کشمیر کی سرحدیں چین، افغانستان، پاکستان اور بھارت کے ساتھ ملتی ہیں اور سوویت یونین اس کا قریبی پڑوسی ہے۔

کشمیری عوام اپنی جمہوری آدرشوں کی تکمیل کیلئے برس ہا برس سے جدوجہد کر رہے ہیں۔ 1932ء سے 1947ء تک ہزاروں سیاسی کارکنوں نے شخصی حکمرانی اور ظالمانہ قوانین کے خلاف جدوجہد کی اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ اور جمہوری حقوق کیلئے بے مثال قربانیاں پیش کیں۔ کشمیر میں جمہوری تحریک پورے عروج پر تھی کہ دو مملکتیں، بھارت اور پاکستان معرض وجود میں آئیں کشمیری عوام اس سے پہلے ہی مہاراجہ کی شخصی حکمرانی کے خلاف علم بغاوت بلند کر چکے تھے۔ اور ریاست کے ایک تہائی حصہ کو آزاد کرانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ 4 اکتوبر 1947ء کو "آزاد جمہوریہ کشمیر" کے قیام کا اعلان بھی کر دیا گیا تھا۔ لیکن پاکستان نے 24 اکتوبر 1947ء آزاد جمہوریہ کشمیر کو ختم کر دیا اور اس کی جگہ طفیلی حکومت کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جو کشمیری عوام کی خواہشات کی آئینہ دار نہ تھی۔

مہاراجہ نے 26 اکتوبر 1947ء کشمیری عوام کی خواہشات کے خلاف بھارت سے ریاست کے الحاق کی پیش کش کی اور فوجی امداد چاہی۔ بھارت نے 27

قومی حقوق کی بحالی کا مسئلہ ہے اور ایک کروڑ ساٹھ لاکھ کشمیری عوام کے حق خود ارادیت کا سوال ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کشمیری قوم کی آزادی و خودمختاری کا سوال ہے۔ جمہوری اصولوں کے مطابق اور باقی آزاد قوموں کی طرح کشمیری قوم کو بھی آزاد و خودمختار رہنے اور اپنی مرضی سے سیاسی، سماجی اور معاشی نظام تشکیل دینے کا حق حاصل ہے اور قوموں کے ان حقوق کی توثیق اقوام متحدہ کا چارٹر اور بین الاقوامی قوانین بھی کرتے ہیں۔

کشمیر کے سوال کو جاننے کیلئے اس کا گہرا اور مکمل تجزیہ کرنا ضروری ہے۔ کشمیر قدیم تاریخ کا حامل ملک ہے۔ یہ ہزاروں سال تک آزاد و خودمختار ریاست رہا ہے۔ اس میں کشمیری قوم کے علاوہ متعدد قومیتیں اور مختلف مذاہب کے لوگ بستے ہیں۔ جموں کشمیر کا رقبہ چوراسی ہزار چار سو اکہتر مربع میل اور آبادی ایک کروڑ ساٹھ لاکھ ہے۔ ریاست کا محل وقوع دفاعی اعتبار سے بڑی اہمیت کا حامل ہے کشمیر کی سرحدیں چین، افغانستان، پاکستان اور بھارت کے ساتھ ملتی ہیں اور سوویت یونین اس کا قریبی پڑوسی ہے۔

کشمیری عوام اپنی جمہوری آدرشوں کی تکمیل کیلئے برس ہا برس سے جدوجہد کر رہے ہیں۔ 1932ء سے 1947ء تک ہزاروں سیاسی کارکنوں نے شخصی حکمرانی اور ظالمانہ قوانین کے خلاف جدوجہد کی اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ اور جمہوری حقوق کیلئے بے مثال قربانیاں پیش کیں۔ کشمیر میں جمہوری تحریک پورے عروج پر تھی کہ دو مملکتیں، بھارت اور پاکستان معرض وجود میں آئیں کشمیری عوام اس سے پہلے ہی مہاراجہ کی شخصی حکمرانی کے خلاف علم بغاوت بلند کر چکے تھے۔ اور ریاست کے ایک تہائی حصہ کو آزاد کرانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ 4 اکتوبر 1947ء کو "آزاد جمہوریہ کشمیر" کے قیام کا اعلان بھی کر دیا گیا تھا۔ لیکن پاکستان نے 24 اکتوبر 1947ء آزاد جمہوریہ کشمیر کو ختم کر دیا اور اس کی جگہ طفیلی حکومت کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جو کشمیری عوام کی خواہشات کی آئینہ دار نہ تھی۔

مہاراجہ نے 26 اکتوبر 1947ء کشمیری عوام کی خواہشات کے خلاف بھارت سے ریاست کے الحاق کی پیش کش کی اور فوجی امداد چاہی۔ بھارت نے 27

اکتوبر 1947ء کو یہ پیش کش مشروط طور پر قبول کر لی۔ اور کہا کہ جب ریاست میں امن و امان قائم ہو جائے گا تو کشمیری عوام اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کریں گے اس طرح بھارت نے الحاق کی آڑ میں اپنی افواج کشمیر میں اتار دیں۔ بھارتی افواج کے مقابلہ میں کشمیری عوام زیادہ منظم اور مسلح نہ تھے۔ بھارت نے جموں میں کشمیر کے دو تہائی حصہ پر قبضہ کر لیا بھارت اور پاکستان کے درمیان کشمیر پر قبضہ جمانے کی جنگ جاری تھی کہ بھارت نے یکم جنوری 1948ء پاکستان کے خلاف کشمیر پر حملہ آور ہونے کا الزام لگاتے ہوئے اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل کو جنگ بندی کیلئے اپیل کی اور سیکورٹی کونسل پر زور دیا کہ وہ پاکستان کو مجبور کرے کہ پاکستان اپنی مسلح افواج اور مسلح قبائلیوں کو کشمیر سے واپس بلائے۔ سیکورٹی کونسل نے 13 اگست 1948ء ریاست سے بھارتی اور پاکستانی افواج کی واپسی اور غیر جانبدارانہ رائے شماری کیلئے متفقہ قرار داد پاس کی۔ اس قرارداد کو بھارت اور پاکستان نے منظور کر لیا۔ اور یکم جنوری 1949ء جنگ بندی کا اعلان کر دیا گیا۔ اس قرارداد کا متن حسب ذیل ہے۔

ا:۔ جنگ بندی

ب:۔ معاہدہ امن:۔ اس مرحلہ پر پاکستان اپنی تمام افواج اور قبائلیوں کو کشمیر سے واپس بلائے گا اور بھارت اپنی افواج کا بیشتر حصہ مرحلہ وار کشمیر سے واپس بلائے گا۔

ج:۔ رائے شماری: بھارت اور پاکستان اقرار کرتے ہیں کہ اپنے مستقبل کا فیصلہ کشمیری عوام خود کریں گے اور دونوں حکومتیں اس مقصد کیلئے پر امن اور سازگار حالات کا تعین کرنے کیلئے اقوام متحدہ کے کمیشن کے ساتھ صلاح مشورہ کریں گی۔ کہ جہاں کشمیری عوام آزادانہ طور پر اپنی رائے کا اظہار کر سکیں گے۔ بہر حال اس قرار داد پر پاکستان اور بھارت نے عمل درآمد کرنے سے انکار کر دیا اور کشمیری عوام اس وقت سے پاکستان اور بھارت کے ان دعوؤں کی پاسداری کرنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ کہ وہ اپنی افواج کشمیر سے واپس بلائیں گے۔ اس سلسلہ میں اقوام متحدہ کے کمیشن کی بارہا کوششوں کے باوجود ابھی تک کامیابی نہیں ہوئی ہے۔ اس طرح کشمیری قوم کو تقسیم کر دیا گیا ہے اور کشمیری عوام دونوں حصوں میں ظلم، جبر تشدد اور استحصال کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔

کشمیر کے دونوں حصوں کے عوام انتہائی غربت، پسماندگی اور کسمپرسی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان کی حالت کو بدلنے کیلئے کچھ نہیں کیا گیا ہے۔ زراعت کو بالکل نظرانداز کر دیا گیا ہے اور صنعت نہ ہونے کے برابر ہے، سرینگر، جموں اور میرپور میں چند چھوٹی صنعتیں لگائی گئی ہیں۔ جن کا اصل فائدہ بھارت اور پاکستان اٹھا رہے ہیں۔ اس طرح کشمیر میں بے روزگاری، ناخواندگی اور بیماری عام ہے تعلیم یافتہ نوجوان بھی روزگار کیلئے مارے مارے پھرتے ہیں اور لوگوں کی بڑی تعداد روزگار کیلئے بھاگ کر دوسرے ملکوں کی خاک چھاننے کیلئے جا رہی ہے۔ کشمیر اپنے انسانی اور مادی وسائل کے اعتبار سے بہت امیر ملک ہے لیکن اس دولت کو بھارت اور پاکستان لوٹ رہے ہیں۔ ہر سال پاکستان صرف منگلا ڈیم، زر مبادلہ، بینک ڈیپازٹ، کسٹم ڈیوٹی اور جنگلات کے وسائل کی لوٹ کھسوٹ کے ذریعہ بیس ارب سے زائد روپیہ ہتھیا لیتا ہے اور اسی طرح بھارت بھی ہر سال مختلف ذریعوں سے تقریباً پچیس ارب روپیہ لوٹ کر لے جاتا ہے۔ کشمیر کے دونوں حصوں میں بیشتر سیاسی پارٹیاں اس لوٹ کھسوٹ میں بیرونی غاصب قوتوں کے ساتھ پورا تعاون کرتی ہیں اور اس تعاون کے عوض ذاتی مفادات اٹھاتی ہیں، درحقیقت کشمیر میں بھی گماشتوں کی کوئی کمی نہیں ہے اور اس سے بھی بڑھ کر المیہ یہ ہے کہ کشمیر کی تاریخ کو مسخ اور قومی ثقافت کو تباہ کیا جا رہا ہے اور ملک کے دونوں مقبوضہ حصوں میں غلامانہ ذہنیت کو فروغ دیا جا رہا ہے۔

آج کشمیری عوام نوآبادیاتی تسلط کا شکار ہیں۔ جس میں جمہوریت کا عظیم تصور بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ بھارتی مقبوضہ کشمیر کے انتخابات میں کھلی دھاندلی کی جاتی ہے اور دہلی سرکار کشمیری عوام پر اپنی پسند کی حکومتیں مسلط کرتی رہتی ہے۔ ابھی پچھلے انتخابات میں رجسٹرڈ ووٹوں کے 20 فیصد رائے دہندگان نے بھی اپنا ووٹ استعمال نہیں کیا۔ اور اب جمہوری تماشہ ختم کر کے گورنر راج مسلط کر دیا گیا ہے۔ پاکستان کے زیر تسلط کشمیر میں عام طور پر انتخابات کی زحمت گوارہ نہیں کی جاتی ہے۔ اور اکثر کسی فوجی افسر کو عوام پر مسلط کر دیا جاتا ہے۔ بعض اوقات انتخابات کا ڈرامہ رچایا بھی جاتا ہے۔ اور انتخابات میں کھلی دھاندلی کروا کر من پسند نتائج حاصل کرلئے جاتے ہیں۔ گلگت، بلتستان جو کشمیر کا اٹوٹ انگ ہے۔

وہاں ابھی تک انتخابات کی رسم تک بھی نہیں چل سکی ہے اور گلگت و بلتستان کے عوام کو ابھی تک ووٹ کا حق بھی نہیں دیا گیا ہے اور آزاد کشمیر کی تقریباً ساری سیاسی پارٹیوں کے مطالبے کے باوجود انہیں آزاد کشمیر اسمبلی میں نمائندگی نہیں دی گئی ہے اس قدر ظلم و زیادتی کی مثالیں تاریخ میں کم ہی ملتی ہیں۔

کشمیر کے قومی سوال کو جوں کا توں رکھنا سامراجی قوتوں کے مفاد میں ہے اس طرح وہ بھارت اور پاکستان کو متواتر جنگ کی حالت میں رکھنا چاہتی ہیں۔ امریکی سامراج کیلئے تو موجودہ صورت حال بے حد موزوں ہے تاکہ وہ اس خطہ میں اپنی بالادستی اور استحصال جاری رکھ سکے۔ لیکن کشمیری عوام اب بیدار ہو چکے ہیں اور وہ دن بدن منظم ہو رہے ہیں۔ انہوں نے اب ملک کے اندر اور باہر اپنی قومی آزادی کی دشمن قوتوں کو اچھی طرح پہچان لیا ہے اور اپنی قومی آزادی کی جنگ خود لڑنے کا مصمم ارادہ کر رکھا ہے۔ اب کشمیری عوام، امریکی سامراج اور اس کے دلالوں کے عزائم خاک میں ملا دیں گے۔

آج بھارتی مقبوضہ کشمیر میں بھارتی ظلم اور تسلط کے خلاف عوام اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور وہ مکمل آزادی و خود مختاری کیلئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ اب کشمیری عوام نے ظالم اور بالادست قوتوں کے خلاف ہتھیار اٹھائے ہیں اور عظیم قربانیاں پیش کر رہے ہیں۔ ابھی وہاں قومی آزادی کی تحریک؎ منظم نہیں ہوئی ہے

؎ : ایک بار پھر ۱۹۹۰ء میں انتخابات کا ڈرامہ رچایا گیا۔

لیکن وقت کے ساتھ ساتھ یقیناً منظم ہو گی۔ پاکستانی مقبوضہ کشمیر میں عوام اب محسوس کر رہے ہیں کہ ان کی حالت سرحد سے اس پار عوام کی نسبت بہتر نہیں ہے اس لئے عوام بے چین اور بے قرار ہیں۔

کشمیری عوام کیلئے بنیادی سوال ان کے انسانی، سیاسی اور معاشی آزادی کے حق کا سوال ہے۔ ایسی آزادی کے حق کا سوال ہے۔ جس میں وہ اپنے وطن کو اپنی تاریخ، معروضی ضرورت اور عوام کی خواہشات کے مطابق تعمیر کر سکیں۔ ان کو اپنی مرضی کی حکومت بنانے، سیاسی، سماجی اور معاشی نظام جو استحصال سے پاک ہو، اسے قائم کرنے کی آزادی ہونی چاہیے۔

کشمیر کے قومی مسئلہ کا حل

کشمیر کے مسئلہ کو حل کرنے کیلئے ایک جمہوری طریقہ ہے کہ کشمیری عوام آزادانہ ماحول میں اپنے مستقبل کا خود فیصلہ کریں۔ جمہوریت کا بنیادی اصول ہی یہ ہے کہ عوام اپنے جمہوری اور قومی حقوق کے معاملہ میں فیصلہ کرنے کا خود حق رکھتے ہیں اور اس سلسلہ میں کوئی بیرونی یا اندرونی مداخلت نہیں ہونی چاہیئے۔ اس اصول کی بنا پر کشمیری قوم کو آزاد و خود مختار رہنے یا دیگر کسی قوم کے ساتھ وفاق میں شامل ہونے کا پورا حق حاصل ہے۔

اب یہ جاننا ضروری ہے کہ کشمیر کا مسئلہ جمہوری طریقہ سے کیوں حل نہیں ہو سکا ہے۔ اور اس کا اصل حل کیا ہے۔ برطانوی پارلیمنٹ نے جو برصغیر کی آزادی کا قانون پاس کیا تھا۔ اس کے مطابق 15 اگست 1947ء برصغیر کی دوسری ریاستوں کی طرح کشمیر پر بھی برطانیہ کا اختیار اعلیٰ ختم ہو گیا۔ ریاستوں کو یہ اختیار دیا گیا تھا (اصل میں حکمرانوں کو اختیار دیا گیا) کہ وہ چاہیں تو آزاد خود مختار رہیں یا دونوں مملکتوں، بھارت اور پاکستان میں سے ایک کے ساتھ الحاق کریں اور قانون آزادی میں یہ بھی کہا گیا کہ حق خود مختاری جو برطانیہ نے غصب کیا تھا۔ یہ اس دن ان ریاستوں کو واپس مل جائے گا۔

جب 15 اگست 1947ء کشمیر پر برطانوی سامراج کا تسلط ختم ہو گیا تو کشمیری عوام کا غصب شدہ حق خود مختاری ان کو واپس مل گیا۔ یہ حق کشمیری عوام کا ہے کسی راجہ یا مہاراجہ کا نہیں ہے اور قانون آزادی میں جو حکمرانوں کو ریاستوں کے الحاق کا اختیار دیا گیا۔ یہ سراسر جمہوری اصولوں کے منافی ہے اور اس طرح کشمیری عوام کے جمہوری حق کو پامال کیا گیا۔ یہ قانون آزادی حقیقت میں غریب عوام اور مظلوم قوموں کیلئے قانون غلامی ثابت ہوا۔ برطانوی سامراج کی اس عوام دشمن حرکت میں بھارت اور پاکستان کے بالائی طبقات پوری طرح شریک تھے۔

قانونی اور جمہوری اصولوں کے مطابق دو باتیں بالکل واضح ہیں۔

۱۔ یہ کہ کشمیری عوام کا حق آزادی و خود مختاری کسی کو تفویض نہیں کیا جا سکتا۔

2 ۔ یہ کہ ماضی میں کوئی بھی کیا گیا معاہدہ جس میں کشمیری عوام فریق نہیں تھے ان کو پابند نہیں کرتا ہے اور مستقبل میں بھی کشمیری عوام کسی ایسے معاہدہ کے پابند نہیں ہوں گے جس میں وہ فریق نہیں ہوں گے۔

بھارت اور پاکستان نے 15 اگست 1947ء برطانوی سامراج سے آزادی حاصل کی کشمیری عوام نے اس سے پہلے ہی مہاراجہ کی شخصی حکمرانی کے خلاف ہتھیار اٹھائے تھے اور اپنی مکمل آزادی کے اظہار کے طور پر 4 اکتوبر 1947ء آزاد جمہوریہ کشمیر کا اعلان بھی کر دیا تھا۔ لیکن مہاراجہ نے عوام کی مرضی کے خلاف 26 اکتوبر 1947ء بھارت کو ریاست کے الحاق کی پیشکش کی۔ جس کو بھارت نے 27 اکتوبر 1947ء مشروط طور پر قبول کر لیا اور اس طرح کشمیر کے مسئلہ کے جمہوری حل کو سبوتاژ کر دیا گیا۔

پاکستان نے وسط اکتوبر میں کشمیری عوام کی جنگ آزادی میں امداد کا بہانہ بنا کر اپنی افواج کشمیر میں داخل کر دیں تھیں۔ بھارت نے 27 اکتوبر 1947ء ریاست کے الحاق کی آڑ میں اپنی افواج کشمیر میں اتار دیں۔ اس طرح بھارت اور پاکستان کے درمیان کشمیر پر قبضہ جمانے کی جنگ شروع ہو گی۔ جنگ جاری تھی کہ بھارت نے یکم جنوری 1948ء اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل کو جنگ بند کرانے کیلئے درخواست کی۔ اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل نے 13 اگست 1948ء بھارتی اور پاکستانی افواج کی کشمیر سے واپسی اور غیر جانبدارانہ رائے شماری کیلئے قرارداد پاس کی اس قرارداد کو بھارت اور پاکستان نے منظور کر لیا اور یکم جنوری 1949ء جنگ بندی کا اعلان کر دیا گیا لیکن دونوں ممالک قرارداد کے باقی حصوں پر عمل درآمد کرنے سے ٹال مٹول کرتے رہے اور آخر اپنی افواج کشمیر سے واپس بلانے سے انکار کر دیا بھارت نے یہ موقف اختیار کیا کہ اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل کی قرارداد کے مطابق پاکستان اپنی افواج کشمیر سے واپس بلائے اور اس کے بعد بھارت بھی اپنی افواج کا بیشتر حصہ مرحلہ وار کشمیر سے نکال لے گا۔ پاکستان نے یہ اصرار کیا کہ پہلے بھارت اپنی افواج کشمیر سے واپس بلائے تو پھر پاکستان بھی ایسا کریگا۔ بہرحال بھارت اور پاکستان نے کشمیر سے اپنی افواج واپس نہیں بلائی ہیں جبکہ کشمیری عوام اپنے مستقبل کا خود فیصلہ کرنا چاہتے ہیں اور ان دونوں ممالک سے ایک

دفعہ پھر کشمیر کے مسئلہ کے جمہوری حل کو ناکام بنا دیا۔
اگر بھارت اور پاکستان جمہوری اصولوں اور اپنے وعدوں کی پاسداری کرتے تو دونوں ممالک بیک وقت اپنی افواج کشمیر سے واپس بلا سکتے تھے اور کشمیری عوام کو اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا موقع فراہم کر سکتے تھے اور کم از کم اگر پاکستان کشمیری عوام کے حق خودارادیت کے ساتھ مخلص ہوتا تو اس کو اپنی افواج کشمیر سے واپس بلا لینی چاہئے تھیں۔ تاکہ کشمیری عوام اپنی مرضی کی حکومت تشکیل دے کر بھارتی مقبوضہ کشمیر کی آزادی کیلئے جدوجہد کر سکتے۔ لیکن ان دونوں ممالک کی جمہوری اصولوں کے ساتھ وابستگی کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے کشمیری عوام کے ہر قسم کے جمہوری حقوق سلب کر رکھے ہیں اور کشمیر کے مسئلہ کے ہر جمہوری حل کو سبوتاژ کیا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بھارت اور پاکستان کشمیر پر اپنا قبضہ وسیع کرنے کی کوشش میں اب بھی لگے ہوئے ہیں اور اس سلسلہ میں ابھی تک تین جنگیں بھی لڑ چکے ہیں۔ آج بھی اس قبضہ کو مضبوط اور وسیع کرنے کی کش مکش جاری ہے۔

تاریخ نے بار بار ثابت کیا ہے کہ بیرونی غاصب قوتوں کو مظلوم قوموں کی بچی آزادی کسی صورت بھی قبول نہیں ہے۔ اس لئے پہلی بات تو یہ ہے کہ مظلوم قوموں کی بچی آزادی جمہوری طریقہ سے کبھی بھی حاصل نہیں ہوئی ہے اور آئندہ بھی ان کی نجات کا یہ صحیح راستہ نہیں ہے اگر بعض اوقات بیرونی غاصب قوتوں نے قومی آزادی کی بورژوا تحریک کے دباؤ میں قوموں کے اس جمہوری حق کو بادل نخواستہ تسلیم بھی کیا ہے تو مظلوم قوم کو صرف مصنوعی آزادی کے تحفہ سے ہی نوازا گیا ہے اور یہ بظاہر آزادی محض سوانگ ہی رہی ہے جیسا کہ تیسری دنیا کے بیشتر ممالک کی حالت سے بالکل عیاں ہے جو کہ ابھی تک سیاسی معاشی اور ثقافتی طور پر غلام ہیں۔

یہ بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ بھارت اور پاکستان کے بالائی طبقات کو کشمیر کے مسئلہ کا جمہوری حل قبول نہیں ہے۔ ان دونوں ممالک کا گماشتہ سرمایہ دار کشمیری عوام اور کشمیر کے وسائل کی لوٹ کھسوٹ جاری رکھنا چاہتا ہے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے۔ جبکہ کشمیر کی محفوظ مارکیٹ ان کے قبضہ میں رہے۔ بھارت اور پاکستان کے غریب عوام اور مظلوم قومیتوں نے ہمیشہ کشمیری جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے۔ قربانیاں دینی پڑتی ہیں اور مظلوم قوموں کو آگ اور

عوام کا ساتھ دیا ہے اور کشمیری عوام کی قومی جدوجہد کی حمایت کی ہے ۔ یہ تعاون اور حمایت باہمی رہے ہیں ۔ بھارت اور پاکستان کے بالائی طبقات نے کشمیر کے مسئلہ کے جمہوری حل کو ناکام بنا دیا ہے اور جمہوری طریقہ سے اس کے حل کی کوئی امید نہیں رہی ہے ۔ یہ ایک لحاظ سے اچھی بات ہے اب کشمیری عوام اپنی نجات کا صحیح راستہ تلاش کریں گے ۔ اور اپنی سچی آزادی و خود مختاری کیلئے جدوجہد کریں گے ۔

بنیادی سوال یہ ہے کہ کشمیر کے قومی مسئلہ کا "واحد" حل کیا ہے ۔ اگر اس سوال کا درست جواب مل جائے تو ان سب سوالوں کا جواب مل جائے گا کہ کشمیری قوم کی نجات کیسے ہوگی؟

کشمیری قوم زندہ کیسے ہوگی؟ کشمیر کے غریب عوام کا استحصال کیسے ختم ہوگا ۔ نئے معاشرہ کی تعمیر کیسے ہوگی؟

تاریخ کے سبق اور سائنسی سچ کو عوام کے سامنے پیش کرنا ، ایک تاریخی اور قومی فریضہ ہے ۔ شائد یہ بات غریب عوام کے دل و دماغ میں اتر جائے اور پھر کشمیری قوم کا علاج بھی ہو جائے ۔ غریب عوام اور مظلوم قوموں کی نجات کا صحیح ، سچا اور واحد راستہ ، انقلاب کا راستہ ہے اور یہی کشمیر کے قومی مسئلہ کا واحد اور سچا حل ہے ۔ اس صدی کی قومی آزادی کی انقلابی تحریکوں نے ثابت کر دیا ہے کہ سچی آزادی قومی جمہوری انقلاب سے گزر کر ہی حاصل ہو سکتی ہے ۔ اس کیلئے انقلابی خون سے گزر کر ہی سچی آزادی حاصل ہوتی ہے ۔

ماؤزے تنگ کہتا ہے :۔ "جو چیز طاقت کے ذریعہ چھینی گئی ہو ، اسے طاقت کے بل بوتے پر ہی واپس لیا جا سکتا ہے ۔"

یہ راستہ جن قوموں نے اپنایا وہ سچی آزادی حاصل کرنے کے بعد اپنا روشن مستقبل تعمیر کر رہی ہیں اور ان کی کامیابیاں ہر شعبہ زندگی میں آسمان کو چھو رہی ہیں ۔ اس سلسلہ میں چین ، کوریا ، ویتنام ، لاؤس ، کیوبا ، زیمبابوی ، موزمبیق اور دیگر کئی ممالک کی مثالیں دی جا سکتی ہیں لیکن انقلاب کون لائے گا انقلاب ہمیشہ عوام لاتے ہیں ۔ کشمیر میں انقلاب کشمیری عوام برپا کریں گے ۔ لیکن عوام کی راہنمائی کیلئے غریب عوام کے نظریہ کی حامل ، انقلابی سیاسی پارٹی کی ضرورت ہوتی ہے ۔